

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجاہد ملت خطوط کے آئینے میں



محمد صادق قصوری

مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان

81228
بیاد

ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ اشاعت نمبر ۳

نام کتاب ----- ”مجاہد ملت خطوط کے آئینے میں“

مرتب ----- محمد صادق قصوری

صفحات -----

تعداد ----- ایک ہزار

سال طباعت ----- اکتوبر 2003ء

ہدیہ ----- دُعائے خیر بخت معاونین فاؤنڈیشن

نوٹ! بیرونی حضرات پندرہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں



مجاہد ملت فاؤنڈیشن، برج کلاں ضلع قصور (پنجاب)

پوسٹ کوڈ نمبر ۵۵۰۵۱

فہرس

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴	محمد صادق قصوری	۱
۲	ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری	۲
۷	پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	۳
۱۶	قائد اعظم	۴
۴۱	نواب بہادر یار جنگ	۵
۴۴	خواجہ ناظم الدین	۶
۵۴	مولانا مودودی	۷
۵۹	رابعہ صاحب محمود آباد	۸
۶۳	میاں محمود علی قصوری	۹
۶۶	سید محمد فاروق القادری	۱۰
۱۱۲	صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر	۱۱
۱۳۰	جنرل محمد ضیاء الحق	۱۲
۱۳۰	بشری رحمن	۱۳
۱۳۵	کتابیات	۱۴
۱۴۱	مجاہد ملت یادگار ٹکٹ	۱۵
۱۵۰	اظہار تشکر	۱۶

عرض مرتب

”مجاہد ملت مشابیر کی نظر میں“ اور ”ارمغانِ مجاہد ملت“ کے بعد ”مجاہد ملت خطوط کے آئینے میں“ حاضر ہے۔ اللہ کریم کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجذود دورانِ عبقریٰ زماں ضیغم اسلام بطلِ حریتِ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نقشبندی مجددی قدس سرہ العزیز، کی حیات و خدمات پر کام کرنے کی مجھے سعادت، ہمت اور توفیق بخشی ہے الحمد للہ

اس کتاب پر ملک کے نامور ماہرِ تعلیم، معروف اہلِ قلم اور ممتاز دانشور جناب محترم ذاکر غلام حسین ذوالفقار ڈائریکٹر بزمِ اقبال لاہور نے گرانقدر ”مقدمہ“ تحریر فرما کر اس کی حیثیت و اہمیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ میں ان کا اس لطف و کرم پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ اللہ کریم ان کی عمر اور رحمت میں برکت دے۔

اس کتاب کی تیاری میں استاذی حکیم ملت حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری کی رہنمائی و سرپرستی حاصل رہی ہے۔ اللہ کریم ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کی قبر انور کو نورِ علی نور کرے۔ اور ان کا فیض جاری و ساری رکھے۔

یہ کتاب حضرت مجاہد ملت قدس سرہ، کی حیات مبارکہ میں ہی تیار ہو گئی تھی مگر چھپ نہ سکی۔ شائد اس کی طباعت و اشاعت کا یہی وقت مقرر تھا۔ بہر حال پیش خدمت ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب و کامران ہو۔ کاہوں۔ اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ”مکاتیبِ مجاہد ملت“، ”خطباتِ مجاہد ملت“ و دیگر کتابیں بھی پیش کی جائیں گی۔ بفضلِ خدا اور بطفیلِ محمد مصطفیٰ ﷺ۔

جن حضرات نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں مالی تعاون فرمایا ہے ان سب کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے، دین و دنیا میں خوش و خرم رکھے اور ان کے مال و

جان میں برکت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

محمد صادق قصوری

"خادم" مجاہد ملت فاؤنڈیشن

بُرجِ کلاں ضلع قصور

پوسٹ کوڈ۔ ۵۵۰۵۱

۳۰۔ اپریل ۲۰۰۳ء بروز بدھ

نوٹ: کتاب ہذا کی کمپوزنگ کے سلسلہ میں بھاگ دوڑ کا کام حکیم ذوالفقار احمد آزاد اور حکیم سجاد احمد نے بحسن و خوبی سرانجام دیا، کمپوزنگ کی نگرانی اور طباعت کے کٹھن مراحل مولانا محمد جاوید اقبال قصوری نے بڑے حوصلہ اور محبت سے طے کیئے۔ پروف ریڈنگ میرے اکلوتے بیٹے محمد خالد فاروق قصوری بی۔ اے، پی ایڈ نے بڑی محنت سے کی۔ میں ان عزیزوں کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو سعادت دارین سے نوازے۔ آمین۔ (قصوری)

تاثرات

(ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے (آنرز) بھیرہ شریف ضلع سرگودھا)

بھیرہ ضلع سرگودھا

۲۔ جون ۱۹۹۱ء

مکرم و محترم جناب قصوری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یاد فرمائی کیلئے شکر گزار ہوں۔

آپ ایک عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اہلسنت کے در شہسوار (مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ) کا کردار اتنا روشن، بصیرت افروز اور سبق آموز ہے کہ ان کی کتاب زیست کے ہر ورق کو قوم کے سامنے پیش کرنا بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ اس کیلئے جو طریقہ آپ نے اختیار کیا ہے کہ ان کی قابل فخر زندگی کے شب و روز کو ان کے مکتوبات کی روشنی میں قوم کے سامنے پیش کیا جائے بہت موثر طریقہ نگارش ہے۔

افسوس کہ اس سلسلہ میں کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ حضرت مجاہد ملت سے خط و کتابت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی ورنہ میں یہ یادگار خطوط اہلسنت کے مائے ناز مورخ کی خدمت میں ضرور پیش کرتا۔

والسلام

مخلص: محمد کرم شاہ

☆ افسوس کہ پیر صاحب کاے۔ اپریل ۱۹۹۸ء کو انتقال ہو گیا۔ (قصورتی)

مقدمہ

(از جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار صاحب ڈائریکٹر بزمِ اقبال - لاہور)

”مجاہد ملت خطوط کے آئینے میں“ سینئر مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کے سیاسی اور دینی سیاست سے متعلق مکتوبات کا مجموعہ ہے جسے ان کے ایک عقیدت کیش جناب محمد صادق قصوری نے مختلف ذرائع سے اکٹھا کر کے ترتیب دیا ہے اور اس پر مقدمہ چلانے کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی ہے جو ایک دشوار کام ہے۔

شاید تعریف لکھنا آسان ہو، مگر میں اس سے بھی نا آشنا ہوں۔

غالب، اکبر، اقبال اور کچھ دوسرے مشاہیر ادب کے مکاتیب پر تو میں خامہ فرسائی کر چکا ہوں اور مجھے اس کاوش کی داد اہل علم و فن سے بھی مل چکی ہے مگر وہ معاملہ تھا مشاہیر ادب کا، جن کے مکاتیب مختلف معائنہ شخصیتوں کے نام مسائل زندگی و ادب کے گونا گوں پہلوؤں سے متعلق تھے اور ان میں ان کی شخصیت کے کئی نئے پرت بھی سامنے آتے تھے جو دل و نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ جبکہ مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کے مکاتیب بیشتر سیاسیات حاضرہ یا دینی سیاسی مناقشات کے بارے میں ہیں۔ جن میں مکتوب نگار کی شخصیت کا خارجی طور پر ایک ہی رخ سامنے آتا ہے جو اگرچہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ ملی بقا و احیاء کی جدوجہد کا یہ ایک تاریخی دور تھا اور مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی پوری زندگی اسی دشت و فام میں بڑے ذوق و شوق سے گزری اور ایسے نازک مرحلے بھی آئے جہاں دارورسن کی آزمائش شخصیت و کردار کو یا تو نکھار دیتی ہے یا فنا کر دیتی ہے۔ بقول شاعر:

قد و گیسو میں قیس و کوبلن کی آزمائش ہے

جہاں ہم ہیں، وہاں دارورسن کی آزمائش ہے

مولانا محمد عبدالستار خان نزاری سیاست کی وادی پر خار میں عمر بھر آبدہ پا چلتے رہے۔ اس رخ سے ان کی شخصیت و کردار کے بارے میں کچھ کہنا میرے لیے نسبتاً کچھ سہل ہو جاتا ہے کہ میں نے اس عہد کے مولانا کو ان حالات سے گزرتے دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے۔ مجھے پہلی بار مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق اس وقت ہوا جب ان کا عہد شباب تھا اور وہ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے منظر عام پر آئے تھے۔ یہ ۱۹۴۱ء کی بات ہے۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی ڈویژنل کانفرنس اترے کی انجمن اسلامیہ پارک زیر صدارت راجہ امیر احمد صاحب آف محمود آباد منعقد ہوئی اور اس کانفرنس میں مولانا نے اپنی پر جوش خطابت اور دلائل و براہین سے اپنی عظمت کا سکہ امرتسر جیسے سیاسی طور پر باشعور شہر میں جمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب احرار کے بڑے بڑے خطیب پنجاب کی فضا پر چھائے ہوئے تھے۔ میں اس زمانے میں ایم۔ اے۔ او کالج امرتسر میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا اور تحریک پاکستان اور مسلم لیگ سے میری وابستگی کا آغاز تھا۔ مولانا کی اس تقریر نے مجھے بہت متاثر کیا۔ مگر اس زمانے میں میرا ان سے ذاتی سطح پر کوئی رابطہ نہ ہو سکا۔ میری دلچسپی کا محور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی بجائے مسلم لیگ کا عسکری ونگ مسلم نیشنل گارڈز تھا۔ تاہم ذہنی رابطہ تحریک پاکستان کے سب کارکنوں اور رہنماؤں سے رہتا تھا۔ مولانا سے ذاتی رابطہ اور دوستی کا سلسلہ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک کے دوران ہوا اور پھر مختلف علمی و ثقافتی معرکوں میں ساتھ رہا اور یہ سلسلہ تا حال قائم ہے، اگرچہ اس دوران عملی سیاست سے میں الگ تھلگ رہا۔ اس لحاظ سے مولانا محمد عبدالستار خان نزاری کے مکاتیب کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ان کی شخصیت کو خطوط سے ہٹ کر اس ذاتی تعلق اور مشاہدے کے حوالے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ مگر میری کوشش یہی ہوگی کہ مقدمے میں بات خطوط کے دائرے یا آئینے میں رہ کر ہی کی جائے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زیر بحث مجموعہ مکاتیب پر ایک نظر ڈال لی جائے اور پھر انکے آئینے میں مولانا کی ”مجاہدانہ شخصیت“ کا جائزہ لیا جائے۔

زیر بحث مجموعے میں سب سے زیادہ تعداد اور اہمیت کے لحاظ سے قابل ذکر وہ خطوط اور تار ہیں جو مولانا محمد عبدالستار خان نزاری اور قائد اعظم محمد علی جناح کے مابین ارسال ہوئے۔ اگرچہ یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ اصل خطوط انگریزی میں لکھے گئے یا اردو میں۔ بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ مجموعے کے خطوط

انگریزی سے اردو میں ترجمہ شدہ ہیں، سرف ایک خط کے سوا، جو قائد اعظم کے سیدرٹری سید طلوع الحسن نے اردو میں لکھا ہے اور پڑھ کر اسے واپس کر دینے کے لئے کہا ہے۔ تا تو خیر ہوتے ہی انگریزی میں تھے۔ قائد اعظم کے نام مولانا محمد عبدالستار نیازی کے خطوط کی تعداد گیارہ ہے۔ دس خطوط ۱۹۳۱ء میں لکھے گئے اور صرف ایک آخری خط ۲۰۔ مارچ ۱۹۳۷ء کو لکھا گیا۔ جواب میں قائد اعظم کے خطوط کی تعداد چھ اور تاریخیں ہیں اور یہ سب ۱۹۳۱ء کے ارسال کردہ ہیں۔ اس اہم مراسلت کے بعد متفرق خطوط کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) نواب بہادر مار جنگ کے دو خطوط (محرم ۱۹۳۳ء) نیازی صاحب کے نام (نیازی صاحب کا کوئی خط دستیاب نہیں ہوا)۔

(۲) خواجہ ناظم الدین کے نام نیازی صاحب کے چار خطوط (محرم ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۳ء) اور جواب میں خواجہ ناظم الدین کے چار خطوط (محرم ۱۹۶۳ء)

(۳) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نام نیازی صاحب کے دو خطوط (محرم ۱۹۶۳ء) اور جواب میں مولانا مودودی صاحب کے بھی دو خطوط (محرم ۱۹۶۳ء)

(۴) راجہ صاحب محمود آباد امیر احمد خان کے نام نیازی صاحب کے دو خطوط مع رپورٹ (محرم ۱۹۳۱ء) اور راجہ صاحب محمود آباد کا ایک خط (محرم ۶، اکتوبر ۱۹۳۱ء) رپورٹ، پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے جواب میں۔

(۵) مہاں محمود علی قصوری کے نام نیازی صاحب کا ایک خط (محرم ۳، جون ۱۹۶۳ء) اور جواب میں مہاں محمود علی قصوری کا خط (محرم ۸، جون ۱۹۶۳ء)۔

(۶) سید محمد فاروق القادری کا مکتوب نیازی صاحب کے نام (محرم ۸، مارچ ۱۹۸۱ء) اور جواب میں نیازی صاحب کا مکتوب (محرم ۱۹۸۱ء)۔

یہ مکتوب، خط کی حدود سے نکلی کہ ایک تحقیقی مقالے صورت اختیار کر جاتا ہے جو مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے جذبہ صادق اور انکی تحقیقی کاوش کا مظہر ہے اور ان کے دینی مسلک کا ترجمان بھی ہے۔

(۷) اسی طرح صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کے نیازی صاحب کے نام دو خطوط (مورخہ ۶، دسمبر ۱۹۸۷ء)

اور ۶، نومبر ۱۹۸۹ء) جو نا پختگی اور جوشِ جوانی کی بدولت خاصے تند و تیز ہیں اور جو اب میں مولانا محمد عبد الستار خان نازی کا مکتوب (محررہ نومبر ۱۹۸۹ء) بزرگانہ تحمل، بردباری اور پند آموزی کا مزق ہے۔ یہ خط بھی مقالے کی صورت اختیار کر جاتا ہے اور مولانا کی بزرگانہ شخصیت کا آئینہ دار اور ان کے دینی سیاسی طرزِ عمل کا ترجمان ہے۔ شروع میں ایک مراسلہ جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے تنظیمی نوعیت کا رسمی مکتوب ہے۔

(۸) جنرل محمد ضیاء الحق کے نام ۲۷، مارچ ۱۹۸۲ء کا طویل مکتوب مولانا احمد رضا خاں بریلوٹی کے ترجمہ قرآن (کنز الایمان) کے بارے میں تقابلی مطالعے کے نقطہ نظر سے ترجمہ و تفسیر کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔

(۹) مجموعے کا آخری مختصر مکتوب بشری رحمن کے نام ہے جو ۱۲، جولائی ۱۹۹۵ء کو لکھا گیا جس میں ان کے ”دیباچہ مکاتیب مجاہد ملت“ کے لئے شکریہ ادا کیا گیا ہے۔

ان خطوط کے آئینے میں جہاں تک مجاہد ملت کی شخصیت کو پرکھنے کا تعلق ہے اس سلسلے میں جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ”صرف وہ چند خطوط قابل ذکر ہیں جو مجاہد ملت“ نے قائد اعظم کو لکھے، خصوصاً ۱۹۳۱ء میں جب آتشِ جوان تھا اور قائد اعظم کی بزرگانہ شخصیت بر عظیم میں اپنی عظمت کردار کا سکہ بٹھا چکی تھی اور حکیم الامت علامہ اقبال سے اس شاندار انداز میں خراج تحسین حاصل کر چکی تھی۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

یہ خطوط اس زمانے (۱۹۳۱ء) کے ہیں جب ایک سال قبل مسلم لیگ قرار داد لاہور (جسے ایک سال بعد اجلاسِ مدراس میں ”پاکستان“ کا نام دیا گیا)، منظور کر چکی تھی، مگر پنجاب میں مسلم لیگ کی عجیب حالت تھی کہ یہاں کے وزیر اعظم سر سکندر حیات خاں چند سال قبل نام نہاد سکندر جناح پیکٹ“ کر کے صوبہ پنجاب مسلم لیگ پر قبضہ جما کر اسے یونینسٹ پارٹی کے تابع کر چکے تھے اور پنجاب میں مسلم لیگ ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے۔ کے مصداق بن چکی تھی۔ تحریک پاکستان کے ضمن میں یہ ایک المناک باب ہے جس کی تفصیل میں ہم یہاں نہیں جاسکتے۔ حال ہی میں ہماری ایک تالیف ”جدوجہد آزادی میں پنجاب

کا کردار“ شائع ہوئی ہے جس میں ہم اس المینے پر تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، جو آخر میں پنجاب کی بد نصیبی کا باعث بنا۔ یہاں ہم اس تالیف سے ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

”سکندر جناح پیکٹ کا مسودہ خاصا مبہم تھا اور اس ابہام میں یہ امر پوشیدہ تھا کہ پنجاب اسمبلی کی یونینٹ پارٹی کے مسلمان ممبر مسلم لیگ کے بھی رکن بن جائیں گے اور یونینٹ پارٹی بھی برقرار رہے گی۔ یعنی یونینٹ پارٹی کے مسلمان ارکان کی دوہری وفاداریاں ہوں گی۔ ایک وفاداری آل انڈیا مسائل میں مسلم لیگ کے ساتھ اور دوسری وفاداری پنجاب کے مسائل یونینٹ پارٹی کے ساتھ۔ اس طرح سر سکندر اور ان کے ساتھی دو کشتیوں میں سوار تو ہو گئے مگر حقیقت میں وہ اول تا آخر یونینٹ پارٹی ہی میں رہے اور سر سکندر کی زندگی میں پنجاب اسمبلی میں کوئی مسلم لیگ پارٹی قائم نہ ہو سکی۔ سر سکندر کا اپنا کردار یہ رہا کہ جب وہ پنجاب سے باہر دوسرے صوبوں میں جا کر تقریریں کرتے تھے تو کثیر مسلم لیگی بن جاتے تھے اور جب پنجاب میں آتے تھے تو وہ یہ سبز چولا اتار کر یونینٹ چتکبر اچنڈ پہن لیتے تھے۔ اور کچھ اور کے اور ہی بن جاتے تھے۔ درحقیقت پنجاب میں انہوں نے مسلم لیگ کو اپنے مضبوط شکنجے میں جکڑ لیا تھا اور اپنی دانست میں اس کے فروغ و ترقی کی تمام راہیں مسدود کر دیں تھیں۔ حتیٰ کہ جو مخلص مسلم لیگی کارکن (ملک برائت علی، میاں عبدالعزیز وغیرہ) علامہ اقبال کی قیادت و سرپرستی میں ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کا پرچم اٹھا کر نکلے تھے، مسلم لیگ پر قبضہ کرتے ہی سکندر نے انہیں مسلم لیگ سے خارج کر دیا۔ مخلص مسلم لیگی کارکنوں سے اس آنکھ مچولی میں مسلم لیگ کا مرکزی سیکرٹریٹ بھی سر سکندر کے ساتھ تعاون کر رہا تھا۔ قائد اعظم اس صورت حال سے بے خبر نہیں تھے مگر ان کی مجبوری یہ تھی کہ وہ مسلم لیگ کی تنظیم کے ان ابتدائی ایام میں درگزر سے کام لے رہے تھے اور توقع کرتے تھے کہ مسلم عوام کی بیداری از خود اس کا علاج کرے گی۔ اس امر کا ثبوت آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور سے بھی مل جاتا ہے۔ جسے ملتوی کرانے کی درپردہ کوششیں کی گئیں مگر قائد اعظم نے پروگرام کے مطابق اجلاس کے انعقاد سے ادھر ادھر ہٹنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس تاریخی اجلاس کی کامیابی نے یونینٹ پارٹی کے منفی حربوں کو ناکام بنا کر مسلم لیگ اور اس کے پیغام کو پنجاب کے مسلم عوام میں مقبول بنا کر علامہ اقبال مرحوم کی آخری خواہش کو ان کی وفات کے دو سال بعد پورا کر دیا۔ مگر افسوس ناک صورت حال یہ بھی تھی کہ صوبہ پنجاب مسلم لیگ کی باگ دوڑ مکمل طور

پرسکندر اور انکے حاشیہ نشینوں کے ہاتھ میں تھی اور وہ بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ مسلم لیگ کی سرگرمیوں کو پنجاب میں دبا رہے تھے اور یہ منفی کام سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر ہو رہا تھا۔ صوبہ مسلم لیگ کا صدر نواب سر شاہنواز آف ممدوٹ بے حجابانہ اخباروں کو یہ بیان دے رہا تھا کہ ”یونینسٹ پارٹی بہت اچھا نام لے رہی ہے اس لیے پنجاب لیکسلیو اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی بنانے کی کوئی ضرورت نہیں“۔ اس طرح سکندر جناح پیکٹ، اگر کوئی تھا، تو پنجاب میں مذاق بن کر رہ گیا تھا۔ اور پھر قدم قدم پر آل انڈیا مسلم لیگ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کر کے پنجاب کیلئے استثنیٰ کا جواز تلاش کر کے ملی اتحاد اور یکجہتی کے پرچم پر وہ لوگ اڑائیں جو پنجاب مسلم لیگ کی تنظیم کے ذمے دار بھی ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ ان ناموافق حالات میں بھی پنجاب کے مسلمان کیسے اور کیونکہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جوق در جوق آرہے تھے۔“

(”جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار“ مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۵۵، ۲۵۶) ان ناموافق حالات میں پنجاب کے مسلم طلبہ، مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پرچم تلے میدان عمل میں نکل رہے تھے اور ”مجاہد ملت“ مولانا محمد عبدالستار خان نازی انکی قیادت کر رہے تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح اور مولانا محمد عبدالستار خان نازی کی خط و کتابت کو اس پس منظر میں دیکھا جائے تو قائد اعظم کی ضابطہ پسند اور میدان سیاست کی سرد گرم چشیدہ شخصیت اور نازی صاحب کی سادہ، مخلص اور پر جوش شخصیت سامنے آتی ہے۔ ایک جرنیل ہے جو اپنی پراگندہ فوج کو یکجا اور منظم کر کے طاقت ور حریفوں (انگریزوں اور ہندو) سے نبرد آزما ہونے کی تیاری کر رہا ہے اور دوسرا ایک جانباز سپاہی جو کچھ کر گزرنے کیلئے بیتاب ہو رہا ہے۔ قائد کو اس جانباز سپاہی کی قدر و قیمت کا احساس ہے مگر وہ ایسا محتاط جرنیل ہے جو اپنے سپاہی کو موقع محل کے مطابق رزمگاہ میں آگے بڑھنے کا اشارہ دے سکتا ہے لیکن اسے ضائع نہیں کر سکتا۔ وہ ایسے سپاہیوں کے جوش و جذبے کی تحسین کے ساتھ ساتھ انہیں صبر و تحمل سے پیشقدمی کا اشارہ دے دیکھا۔ جیسے:

”مجھے یقین ہے آپ کو کامیابی ہوگی اور اس طرح آپ مشکلات پر بہت جلد فتح پالیں گے، جتنا کہ آپ سوچ رہے ہیں بشرطیکہ آپ اپنا کام پرسکون طور پر تندہی کے ساتھ اور انکسار کے ساتھ جاری رکھیں“۔ (مکتوب مورخہ ۲۹، مئی ۱۹۴۱ء)

پنجاب کے حالات قائد اعظم کیلئے تشویشناک تھے مگر انہوں نے ان حالات کو اپنے اعصاب پر سوار نہیں ہونے دیا اور اپنے نوجوان سپاہیوں (طلبہ) میں بھی وہ صبر و حوصلہ پیدا کیا جس کے سہارے وہ خود ایک بہت بڑے معرکے کی تیاری میں مصروف تھے۔

نیازی صاحب کا یہ اعتراف حقیقت قابل غور ہے:

”آپ کے کمالات ایک معجزہ ہیں اگر ہم انہیں اس مقام اور گہرائی سے دیکھیں جہاں ہم تین سال پہلے سو رہے تھے۔ لیکن یہ کمالات کچھ نہیں ہیں اگر انہیں ان بلندیوں سے دیکھا جائے جو بلندیاں آپ نے ہماری نگاہ میں چمکادی ہیں۔“ (مکتوب مورخہ ۲۲، جولائی ۱۹۳۱ء)

اور اسی مکتوب کے آخر میں یہ جملے نیازی صاحب کی سپاہیانہ شخصیت اور کردار کے آئینہ دار

ہیں:-

”ایک عام آدمی کی یہ خاکسارانہ درخواست تھی جو بہر حالت میں اپنے قائد اور رہنما کے حکم پر عمل کرے گا۔ جب آپ کے ساتھ ہوگا تو اپنے شکوک و شبہات کا بھرپور طور پر اظہار کرے گا لیکن تیسرے آدمی کے سامنے آپ کی بھرپور اطاعت کرے گا بغیر چون و چرا کیے۔“

نیازی صاحب کا ۱۲، اگست ۱۹۳۱ء کا تفصیلی خط قائد اعظم کے نام اور پھر اس کے بعد جانین کی

طرف سے خطوط اور تاروں کی آمد و رفت میں اس زمانے کے دو اہم مسائل زیر بحث آئے ہیں، اور وہ یہ ہیں:-

(۱) نیشنل ڈیفینس کونسل میں پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات خاں (اور بعض دوسرے حضرات) کی

شمولیت، مسلم لیگ کی حکمت عملی کے خلاف اور اس پر قائد اعظم کی طرف سے تادیبی کارروائی کا اعلان۔

(۲) الہ بور شہر کے ضمنی انتخاب کا مسئلہ جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے ملک بھر میں جسوں اور قراردادوں

کے ذریعے تادیبی کارروائی کے حق میں زور دیا جا رہا تھا اور پنجاب میں نیازی صاحب اور مسلم طلبہ نے یہ محاذ

گرم کر رکھا تھا اور اس کے نتیجے میں سر سکندر کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے اور حاشیہ برداروں کے وفود

قائد اعظم کے پاس بھیجے جا رہے تھے۔ خود برطانوی حکومت بھی پینتر سے بدل رہی تھی اور آخر میں وزیر ہند

مسٹر ایمرے نے یہ بیان دے دیا کہ وزیر اعظم کو ان کی منصبی حیثیت سے کونسل کا ممبر بنایا گیا ہے۔

قائد اعظم بڑی خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ سر سکندر ۲۳، اگست کو جب مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں گئے تو پنجاب اسمبلی کے پچاسی مسلم ممبروں کے استغفے اُن کی جیب میں تھے جن کے پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ کیونکہ قائد اعظم نے وائسرائے کا وہ پیغام جو تحریری صورت میں مسٹر راجر لمیلے گورنر بمبئی کی طرف سے موصول ہوا تھا، سر سکندر کے سامنے رکھ دیا جس میں صاف لکھا تھا کہ سر سکندر (اور دوسرے لوگوں کو) ”عظیم مسلم قوم“ کے نمائندے کی حیثیت سے ڈیفینس کونسل کا رکن بنایا گیا ہے۔ اس انکشاف نے سر سکندر کے موقف کے غبارے سے ہوا بالکل نکال دی اور وہ مجبور ہو گئے کہ کونسل سے مستعفی ہو جائیں۔ (اس لحاظ سے مرتب کا یہ حاشیہ کہ جلسوں سے گھرا کر سر سکندر نے ڈیفینس سے استعفی دے دیا اور قائد اعظم سے معافی مانگ لی۔ غور طلب ہے۔)

جہاں تک دوسرے معاملے کا تعلق ہے، یہ بات واضح ہے کہ قائد اعظم، نازی صاحب کو میاں میر الدین پر ترجیح دیتے تھے جو محض ایک سب رجسٹرار اور یونینسٹ پارٹی کے پروردہ تھے، اور اپنے اس خیال کو انہوں نے سر شاہنواز اور ملک برکت علی پر واضح بھی کر دیا تھا مگر آئینی طور پر کوئی فیصلہ وہ نہیں دے سکتے تھے کیونکہ یہ معاملہ صوبائی پارلیمانی بورڈ کو کرنا تھا جس کے سربراہ صدر پنجاب مسلم لیگ نواب سر شاہنواز تھے، جو ہر حال میں سر سکندر حیات خاں کے تابع تھے۔ سر شاہنواز مہدوٹ نے جس انداز میں میاں امیر الدین کو مسلم لیگ کا امیدوار قرار دیا اس کا کوئی اخلاقی جواز نہیں تھا اور اسے قائد اعظم نے یقیناً محسوس کیا ہو گا اور ملک برکت علی تو اس پر بڑے شپٹائے تھے مگر یہ وقت کچھ ایسا تھا کہ سر سکندر حیات خاں کی کینزک صوبہ مسلم لیگ پنجاب کی اس طرح کی حرکتوں کو مجبوراً نظر انداز کیا جا رہا تھا۔ پنجاب اور بنگال دو ایسے صوبے تھے جہاں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے مقدر کا فیصلہ ہونا تھا۔ اور یہی دو صوبے اُس زمانے میں قائد اعظم کیلئے دردمر بنے ہوئے تھے اور وہ بڑی حکمت عملی سے ان دونوں صوبوں کے مسلم عوام کی بیداری کا انتظار کر رہے تھے اور بڑے صبر و حوصلے سے ان چرکوں کو سہہ رہے تھے جو برسر اقتدار ملت کے غداروں کی طرف سے لگائے جا رہے تھے۔ پنجاب میں نازی صاحب جیسے مجاہد اور انکے جلو میں سیکڑوں، ہزاروں نوجوان یہاں ملت کے مقدر کو بدلنے کیلئے میدان عمل میں نکل رہے تھے اور قائد اعظم کے یہی مخلص سپاہی ان کے دست و بازو تھے جن کے ساتھ وہ یہ اہم قلعے سر کر سکتے تھے۔ یہ ایک مسلسل

جہاں تہ جس میں ایک طرف جرنیل اور قائد کا صبر و استقلال تھا اور دوسری طرف اس کے سپاہیوں، مجاہدوں کا جوش و جذبہ اور بیتابی و اضطراب تھا جسے قائد نے عسکری، سیاسی نظم و ضبط کا پابند کر رکھا تھا۔ اور دو تین سال بعد ۱۹۳۵ء-۱۹۳۶ء کا خاموش انتخابی انقلاب اسی جدوجہد کا ثمر تھا۔ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے مجاہدانہ کردار کو اسی حوالے سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس خاموش انقلاب میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اگر ان خطوط کے آئینے میں مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی شخصیت کے حقیقی رخ کردار کو دیکھنا ہو تو واضح ہو گا کہ اس کردار کی تعمیر مسلم لیگ کے اس دور میں ہوئی جب اقبال کی فکر اور قائد اعظم کے عمل نے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے منتشر قافلے کو یکجا کر کے اسے ایک خود دار اور غیرت مند قوم بنایا اور آزادی کی منزل کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ مولانا نیازی اسی تحریک، اسی جدوجہد کی منہ بولتی علامت ہیں۔ اور سید جمال الدین افغانی کی طرح ان کی ساری زندگی اسی مقصد کی لگن میں گزری ہے جو قائد اعظم اور علامہ اقبال نے نوجوانانِ ملت کے سامنے پیش کیا تھا۔

(پروفیسر) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار

لاہور، ۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء

قائد اعظم

قائد اعظم محمد علی جناح (۱۹۲۸-۱۸۷۶ء) کا شمار نہ صرف عالم اسلام بلکہ دنیا کے صفِ اول کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ۱۹۳۵ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی زمامِ اقتدار سنبھال کر مسلمانانِ برصغیر کو ایک ولولہ تازہ بخشتا۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد لاہور منظور ہونے کے بعد جب ”پاکستان“ مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا تو جن نوجوانوں نے نہایت تندہی کے ساتھ علیحدہ وطن کے مطالبے کو حرز جان بنا کر تن دھن کی قربانیاں دیں ان میں مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کا نام سرفہرست ہے۔

حضرت قائد اعظم کے ایک سپاہی کی حیثیت سے مولانا نیازی نے تحریک پاکستان میں عدیم النظیر قربانیاں دیں۔ قائد اعظم نے مولانا نیازی کے قومی جذبات اور ولولہ کی بڑی قدر کی اور تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے پنجاب میں ان کی بے پناہ صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور بہرنازک مرحلے پر گرانقدر مشوروں سے نواز۔

قائد اعظم سے مولانا نیازی کی خط و کتابت کا آغاز ۱۹۴۱ء میں ہوا۔ یہ وہ حالات تھے جب پنجاب کا وزیر اعظم سر سکندر حیات خان اپنے آپ کو قائد اعظم سے برتر سمجھ کر مسلم لیگ کی بیخ کنی کر رہا تھا۔ مولانا نیازی نے بانگِ دہلی سر سکندر حیات خان کو لاکار اور اس کو قائد اعظم کے سامنے گھسنے پر مجبور کر دیا۔

قائد اعظم اور مولانا نیازی کے درمیان ہونیوالی خط و کتابت عمروں کے شدید تفاوت کے باوجود دونوں کے درمیان اتحاد و یگانگت اور فکری ہم آہنگی کی غماز ہے۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام قائد اعظم

ابور

۱۶ مئی ۱۹۴۱ء

جناب قائد اعظم! السلام علیکم

ہمارے "پاکستان سیشن" اور "ادبی نشر و اشاعت کمیٹی" کے دستوری منظوری کو تقریباً دو سالوں سے دیکھتے ہوئے ہیں ہم نے جو پروگرام اپنے سامنے رکھا تھا یہ ابھی اس کا نقطہ آغاز ہے۔ ۱۹۳۹ء میں جب ہم نے لیگ کی دستوری کمیٹی کو "پاکستان خلافت اسٹیٹ" پیش کی تھی، میں "پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن" کا صدر تھا اور ہماری کوششوں کے باوجود جب ۱۹۴۰ء میں لیگ کا اجلاس ابور میں منعقد ہوا تو آپ کو ہم سے دور رکھا گیا۔ ہمیں بڑی مسرت ہے کہ اب ۱۹۴۱ء میں ہم نے آپ کو اپنے درمیان پایا۔ اگر ہم نے پچھلے مارج سے اب تک کے درمیانی عرصے میں آپ کو کوئی اطلاع نہیں دی تو اسکی اصل وجہ یہ تھی کہ ہم ایسے عناصر کے درمیان گھرے ہوئے تھے جو لیگ کی تنظیم کو اپنے لینے موت کا پیغام سمجھتے تھے ایسی لیگ جو ان کے ہاتھوں میں آلہ کار نہ بن سکے اور آپ کے سامنے جوابدہ ہو۔ ان لوگوں نے ہمیں بہانے پھسانے کی بہت کوشش کی، روکنا چاہا، دھمکیاں دیں اور ہر قسم کا ایچ ڈیکور اور ہر قسم کا خوف پیدا کر کے دیکھو لیا۔ اب جب وہ ناکام ہو چکے ہیں تو بلیک میل کر رہے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ کو "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے اس تراشے سے بخوبی ہو جائیگا جو اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔ جن صاحب نے ہمیں نیم تعلیم یافتہ کہا ہے یہی صاحب کچھ دنوں پہلے ہمارے بچاؤ کیلئے منتظر رہے تھے۔ دس بارہ مرتبہ انہوں نے مختلف لوگوں کے ساتھ چائے پر بلایا۔ بہت عمدہ چائے پر اس وقت ہم ان کیلئے اپنی ملت نے چھول تھے۔ ہمارے کاندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری تھی (انکے بیان کے مطابق) سر سکندر حیات خان وزیر اعلیٰ پنجاب نے خود نہیں مقرر کیا تھا کہ وہ ہمیں یہ بتائیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب بے چین ہیں کہ کہیں یہ زہر آؤ فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ پانچ دریاؤں کی خوبصورت سر زمین کو ناپاک نہ کر دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں بھی دھماکہ اور بمبئی کی طرح فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی نقصان پہنچادیں۔ پہلے ہم بہت

قابل تعریف نوجوان تھے، ہماری زندگی قوم کیلئے بہت قیمتی تھی اور اب ہم ان کے خیال میں نیم تعلیم یافتہ اور سماج کے ٹھکرائے ہوئے لوگ ہیں۔

مگر سرمایہ کی کمی ہمارے لینے ان سب باتوں سے زیادہ اہم ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں عوام سے چند جمع کرنے کیلئے ایک وسیع تنظیم چاہئے اور نشر و اشاعت کو قائم رکھنے والے حالات۔ یہ کام اب ہم شروع کر رہے ہیں لیکن تنظیم اور نشر و اشاعت دونوں کیلئے پہلے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس صوبے میں پڑتے نکلے لوگ اتنے مالدار نہیں ہیں اور نہ وہ اس وقت تک اپنی شناخت پوری طرح لیگ کے ساتھ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ جب تک کہ انہیں اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ یہ یونینسٹ لیگ نہیں ہے مسلم لیگ ہے۔ اس کیلئے ہمیں پہلے اپنی نشر و اشاعت کی مہم میں کامیابی حاصل کرنا ہے اور اس کیلئے بھی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ پس ہمارے ساتھ وہی لوگ ہیں جن کے پچھو مناد بھی ہیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ ان پر توجہ دے رہے ہیں لیکن ہماری مشکلات واضح ہیں، انور احمد صدیقی صاحب نے جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مسلم لیگ کے سیکرٹری ہیں مجھ سے کہا کہ آپ نے ان سے فرمایا ہے کہ اگر پنجاب کے کسی ضلع میں لیگ کی ایک شاخ قائم ہو جائے تو آپ ہمیں مزید سرمایہ مہیا کر سکتے ہیں۔

ہم اس تجویز پر آپ سے ذاتی طور پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور ایسی صورت حال پر بھی جو برسر اقتدار پارٹی کے مخالفانہ رویہ کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہے۔

موجودہ مالی صورت حال کے پیش نظر ہمارے لینے یہ بات زیادہ آسان ہوتی اگر آپ سے ہم پنجاب کے قریب ہی کہیں ملاقات کر سکتے۔ بہر حال کسی صورت بھی ہم دیر نہیں چاہتے۔

کئی دنوں تک ہمیں آپ کی صحت کے بارے میں تشویش رہی۔ خدا آپ کو مقاصد میں کامیابی عطا کرنے کیلئے آپ کی جد جہد میں تقویت دے۔ آمین

فتح و نصرت اور مستقبل اسلام کیساتھ ہے۔

آپ کا مخلص

محمد عبدالستار خاں نیازی

قائد اعظم بنام مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی

اونامند (جنوبی ہند)

۲۹ مئی ۱۹۴۱ء

دیکھو

مجھے آپ کا ۱۶ مئی کا خط ملا۔ شکر یہ۔ میں اپنی صحت کے بارے میں آپ کی تشویش کیلئے ممنون ہوں۔ اطلاع کیلئے تحریر کر رہا ہوں کہ اب خدا کے فضل سے میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے آپ سے اور آپ کے رفقاء کے کار سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مگر میرا موجودہ پروگرام یہ ہے کہ جون کے پہلے ہفتے تک مجھے بمبئی واپس پہنچنا ہے اور پھر مرہے کیلئے پنجاب کے قریب کسی مقام تک جانا کا موقع مجھے ملتا ہوا نظر نہیں آتا۔

میں نے آپ کا خط بڑی احتیاط سے پڑھا ہے۔ مجھے آپ کی مشکلات کا احساس بھی ہے لیکن ان سے آپ کی ہمتیں پست نہیں ہونی چاہئیں۔ واقعی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مجھ سے آکر ملنے کے سلسلے میں غیر ضروری خرچ اور تکلیف کیوں اٹھانا چاہتے ہیں۔ آپ مجھے بہت آسانی سے لکھ سکتے ہیں اور اگر آپ کے پاس کوئی قطعی تجویز ہے تو میرے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میرا مشورہ بھی لے سکتے ہیں اور اگر آپ کو تجویز کی ترتیب و تشکیل میں کوئی دقت ہو رہی ہے تو مجھے لکھ بھی سکتے ہیں۔ میرے خیال میں مجھے یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ آپ کو مدد کیلئے چاہے وہ روپیہ پیسوں کے سلسلے میں ہو یا کسی اور سلسلے میں بنیادی طور پر اپنے صوبے پر انحصار کرنا چاہیے اور اپنا کام تندی سے جاری رکھنا چاہیے۔ عزم و ارادے کے ساتھ۔ مجھے یقین ہے آپ کو کامیابی ہوگی اور اس طرح آپ کی مشکلات پر بہت جلد فتح پائیں گے جتنا کہ آپ سوچ رہے ہیں بشرطیکہ آپ اپنا کام پرسکون طور پر تندی کے ساتھ اور کسار کے ساتھ جاری رکھیں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام قائد اعظم

لاہور، ۶ جون ۱۹۳۱ء

جناب قائد اعظم۔ السلام علیکم

میں ۱۶ مئی کو پہلے ہی ایک خط آپ کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں لیکن اب تک آپ کا جواب نہیں ملا۔ ہم بڑی شدت سے آپ کے جواب کا انتظار کر رہے ہیں لیکن اس دوران ہم خاموش نہیں بیٹھے کچھ کرتے رہے ہیں اور ہم نے کچھ ابتدائی کام کر لیا ہے۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ کہ لائیکل پور (اب فیصل آباد) میں پاکستان پروپیگنڈہ کمیٹی کی مقامی شاخ کی بنیاد رکھ دی ہے ہم نے ایک جلسہ عام بھی کیا تھا۔ "ایسٹرن ٹائمز" لاہور کا تراشہ آپ دیکھ سکتے ہیں جون کے تیسرے ہفتے میں ایک "پاکستان کانفرنس" منعقد کی جائیگی نواب بہادر یار جنگ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی صدارت کریں گے۔

(۲) ۳۰ مئی کو لاہور میں پاکستان دیہی نشر و اشاعتی مہم کے سلسلے میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ اسکی تفصیلات روزنامہ "احسان" اور "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے منسلک تراشوں میں درج ہیں۔

(۳) ۲۰ جون سے ہم لوگ خود نشر و اشاعت کی ایک وسیع اور شدید مہم شروع کر رہے ہیں۔ شدید کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ لیگ کی اصلاح ہو سکے اور وسیع سے مطلب یہ ہے کہ جہاں لیگ نہیں ہے وہاں لیگ کی شاخیں قائم کی جائیں۔

اخباروں کے تراشوں میں آپ برجگہ دیکھیں گے کہ ہماری کوشش یہی رہی ہے کہ ہم "مذہبین" کو مطعون ٹھہرائیں اور آپ کے ہاتھ مضبوط کریں کیونکہ آپ ہی آل انڈیا مسلم لیگ کے امین اور سربراہ ہیں۔ ہمیں آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ ہماری درخواست پر جو پچھلے خط میں ہم نے آپ سے ہمارے وفد کیلئے ذاتی انٹرویو کے سلسلے میں کی تھی جب بھی آپ کیلئے آسانی ہوگی غور فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص

محمد عبدالستار خان نیازی (ایم اے)

قائد اعظم بنام مولانا عبدالستار خان نیازی

بہمنی

۱۳، جون ۱۹۳۱ء

جناب من

مجھے آپ کا ۶، جون کا خط ملا اور مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ آپ کے ۱۶، مئی کے خط کے جواب میں میں نے جو ۲۹، مئی کو خط لکھا تھا وہ آپ کو اب تک نہیں ملا۔
بہر حال میں اس خط کی ایک نقل آپ کی اطلاع کیلئے بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ میرے خط پر غور کرنے کے بعد بھی مجھ سے ملنے کے خواہشمند ہیں تو میں آپ کو خوش آمدید کہوں گا۔ براہ کرم مجھے مطلع کیجئے کہ آپ کے بمبئی پہنچنے کیلئے کوئی تاریخ زیادہ بہتر ہوگی۔

آپ کا ممنون

ایم اے جناح

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام قائد اعظم

عیسیٰ خیل

۲۲، جون ۱۹۳۱ء

جناب قائد اعظم۔ السلام علیکم

مجھے آپ کے دونوں خط یعنی ۲۹، مئی اور ۱۳، جون ۱۹۳۱ء کے لکھے ہوئے ملے۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں چونکہ پندرہ دن سے لاہور سے باہر تھا اس لیے خط کا جواب جلد نہ دے سکا۔ میں اس درمیان عرصے اپنے ضلع (میانوالی) کے دورے میں مشغول رہا خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں ابھی ابتدائی کام بھی نہیں ہوا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں ضلع مسلم لیگ قائم ہو جائے گی۔
میں آج ہی اپنے گھر لوٹا ہوں اور مجھے آج ہی آپ کے خط ملے ہیں۔ میں نے آپ کا ۲۹، مئی کا

خط بزن احتیاط سے پڑھا ہے اور میں ذاتی طور پر مطمئن ہو گیا ہوں کہ مجھے خط لکھ کر آپ کے مشوروں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ لیکن بعض معاملات میں خط و کتابت کافی نہیں ہوتی۔

میں جولائی کے پہلے ہفتہ میں لاہور واپس آؤں گا اور اپنے رفقاءے کار سے مشورہ کرنے کے بعد اپنے آخری فیصلے سے مطلع کروں گا۔

آپ کا تخلص

محمد عبدالستار خان نیازی

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام قائد اعظم

لاہور

۱۳، جولائی ۱۹۳۱ء

جناب قائد اعظم۔ اسلام علیکم

آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۱۳، جون ۱۹۳۱ء کے جواب میں میں نے عرض کیا تھا کہ میں اپنے رفقاءے کار سے مشورہ کر کے آپ سے ملاقات کی تاریخ سے مطلع کروں گا۔ اس وقت آپ اپنے گاؤں گیا ہوا تھا اور وہاں میرے چچا بہت بیمار تھے۔ اس لیے میں ۶، جولائی تک ہی لاہور واپس آ گیا۔

ہماری پروپلائنڈ کمیٹی نے اس دوران اپنے پروگرام پر عملدرآمد جاری رکھا۔ آپ کے مشورے کے مطابق سکون، استقامت اور منکسبر الزما جی کیساتھ۔ جہاں تک نتائج کا تعلق ہے جو حاصل ہوئے اور جہاں تک مزید تفصیلات کا تعلق ہے میں نے اس کا انتظام کر دیا ہے کہ اس کی رپورٹ باقاعدگی سے آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی رہے۔ اس سلسلے میں ہمیں آپ کی جانب سے حوصلہ افزاء رسید بھی حاصل ہوئی ہے۔ اب میں اخبارات کے مزید تراشے ارسال کر رہا ہوں۔

لاہور واپسی پر میری توجہ سب سے پہلے جس چیز نے اپنی طرف منعطف کروائی وہ اکل پور سے ایک بم تھا جو پھٹا۔ اقتدار، اثر و رسوخ اور غداری نے مل کر استقبال کمیٹی کے چیئرمین کو اس بات پر آمادہ

۸۱۲۲۸

کر لیا کہ وہ پنجاب کے ایک شہر انگیز جو بہ قابلِ شمع کی پاکستان کانفرنس کی صدارت کیلئے مدعو کرے۔ شملہ سے آئے ہوئے فرشتے نے اپنا کام بڑی خوبی سے انجام دیا جو ہمارے لیے بنیاد اور شرم کا باعث ہوا۔ اس کے صدر راتی خطبے کی رپورٹ ہم بہت جلد آپ کی خدمت میں روانہ کر دیں گے تاکہ آپ براہِ راست خود فیصلہ کریں اور اس کے خلاف وہ اقدام کریں جو آپ مناسب سمجھیں۔

یہ ہماری صفوں کی کمزوری تھی جو نازک نوعیت کی ضرب ہمیں پہنچی تھی اس کے خلاف بھرپور توانائی کیساتھ ردِ عمل کا اظہار کئے بغیر آپ ہم کو منہ نہیں دکھا سکتے تھے۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے تراشے سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ہم نے ہر قسم کی دھمکی میں آنے سے انکار کر دیا۔ آپ سے ہماری ملاقات میں دیر کن اسباب کی بنا پر ہوئی میں نے آپ پر واضح کر دیا ہے۔

میں ابھی لائیل پور جا رہا ہوں تاکہ وہاں کی جوانی کانفرنس میں بھیجا جاسکے۔ مجھے امید ہے کہ ہفتہ عشرہ میں اس قابل ہو جاؤں گا کہ اپنی اور اپنے رفقاء کے کارن آمد سے آپ کو تار کے ذریعے مطلع کر سکوں۔

آپ کا مخلص

ہمارا قیام آپ کے پاس رہے گا۔

محمد عبدالستار خان نیازی

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام قائد اعظم

لاہور

۲۲ جولائی ۱۹۳۱ء

جناب قائد اعظم۔ السلام علیکم

(۱) میں نے پچھلا خط اس وقت لکھا تھا جب میں لائیل پور کیلئے روانہ ہو رہا تھا وہاں جو کچھ ہوا میں اس کے بارے میں کچھ تفصیلات آپ کو بتانا چاہتا ہوں کیونکہ وہاں جو کچھ پیش آیا ہماری قومی تنظیم کی کمزوری یا قوت کی کمی و بیشی ایک علامت ہے۔ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی ضلع لائیل پور کی شاخ

نے "پاکستان کانفرنس" منعقد کی تھی۔ ابھی انہوں نے کانفرنس کیلئے صدر کا انتخاب بھی نہیں کیا تھا اور نہ کوئی تاریخ مقرر کی تھی ہمارا تعلق چونکہ صوبہ سے تھا ہم دینی پریہ پیکنڈے میں لگے ہوئے تھے جب بی دور ہوتی ہے تو چوہے خوب کھیلتے ہیں۔ "غدا آر" نے اس سنبہ کی موقع سے فائدہ اٹھایا اور مقامی اباکاروں کے ذریعے انٹیل پور ضلع کی پاکستان کانفرنس کی مجلس استنبالیہ کے صدر سے تعلق قائم کیا اور اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح پاکستان کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے مدعو کروا لیا۔ جب ہم نے اخباروں میں پاکستان کانفرنس کی کارروائی پڑھی تو ہم حیرت زدہ رہ گئے (میں انگ لگانے میں یہ تراشے آپ کو بھیج رہا ہوں)۔

ہمارے پاس صرف یہی ایک چارہ کار رہ گیا کہ بغیر کسی تاخیر کے ہم لائیل پور میں ایک اور پاکستان کانفرنس منعقد کریں اور اس چالباز کی چالبازی سب کے سامنے کھول دیں اور ہم نے یہی کیا، ملک برکت علی کے بارے میں اعلان کر دیا گیا کہ وہ پاکستان کانفرنس کے صدر ہوں گے۔ لیکن غدار پارٹی بھی خاموش نہیں رہی جب کانفرنس کے انعقاد میں ایک دن باقی رہ گیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر لائیل پور نے ہمارے مقامی کارکنوں کے والدین کو بلایا اور ہر ممکن دھمکی دیکر یہ کہا کہ وہ اپنے لڑکوں سے کہیں وہ اس کانفرنس کے سلسلے میں تعاون نہ کریں۔ ہماری یہ صورت تھی کہ کانفرنس شام کو بونیوالی ہے اور صبح ہمیں یہ اطلاع ہوتی ہے کہ سارے انتظامات درہم برہم کر دیئے گئے ہیں۔

لیکن مشکلات نے ہمارے عزائم کو اور پختہ کر دیا۔ ہم اچانک لائیل پور سے اپنے کارکنوں اور مقررروں کا دستہ لیکر روانہ ہوئے۔ جب ہم لائیل پور پہنچے تو سی آئی ڈی نے اپنی تمام چالاکوں کو استعمال کر کے ہمیں باز رکھنا چاہا۔ بعض اوقات میرے گاؤں کے آدمی بلائے گئے۔ مجھے روکنے کے لئے بعض اوقات مقامی ممتاز شخصیتوں نے ہمیں اعتدال پسندی کی خوبیوں پر لیکچر دیئے بہر حال کانفرنس منعقد ہوئی۔ پہلی نشست میں جتنے لوگ شریک ہوئے ان کی تعداد واجباً تھی۔ لیکن دوسری نشست بہت کامیاب تھی۔ میں آپ کو اس کانفرنس کی قراردادوں کی نقلیں اور اخبارات کے تراشے بھیج رہا ہوں۔

(۲) چونکہ ہمیں مقامی تعاون حاصل نہیں تھا کانفرنس کے سارے اخراجات ہمیں برداشت کرنے پڑے۔ آپ سے جلد از جلد ملاقات کرنے اور آپ سے دل کھول کر گفتگو کرنے کی خواہش کے پورا ہونے میں اتنی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ افسوس ہے کہ آج کے اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے تمام

خدا شت نپے ثابت ہوئے۔ وائسرائے کی کونسل کی توسیع اور ریفرنس کمیٹی کا افتتاح ایسے مسئلے نہیں ہیں جن پر توجہ نہ کی جائے۔ خدایوں نے ہمیں فروخت کر دیا ہے اور وقتی کم قیمت پر فروخت کیا ہے۔ اس سے انگریزوں سے دستوری معاہدے کی ساری امیدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ کم سے کم اس جنگ کے دوران۔ اب آپ انگریزوں کے تعلق سے اسی پوزیشن میں ہیں جس پوزیشن میں آپ نے مسز گاندھی کو دو سال قبل ڈال دیا تھا۔ (ان کا دم کتنا ہی گھٹا کیوں نہ ہو) بہر حال وہ اس آزمائش میں پورے اترے ہیں کیونکہ وہ ایک درویش کے بہروپ میں پناہ لے سکتے تھے۔ نعرے لگاتے رہنے کی مہم نے ان کی تنظیم کو زندہ رکھا ہی ہے۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ عدم تعاون ایک مہمل چیز ہو جائے گی۔ کیونکہ ہمارے اکثریتی صوبے یا تو متوجہ نہیں ہوتے۔ یا مخالفانہ رویہ رکھتے ہیں۔ سول نافرمانی اس سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ سول نافرمانی کے خلاف بھی ایسی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط دلیلیں موجود ہیں۔ ہمارے پاس آخر کون سا ہتھیار ہے؟ ہمیں اس طوفان سے کس طرح نبرد آزما ہونا چاہیے یہ طوفان جو ہمارے سامنے آ رہا ہے۔

(۳) اب تک آپ کے پیچھے آپ کے طاقتور بیانات ہیں۔ اقلیتی صوبوں کے انتخابات میں

کامیابی ہے اور ایک مخلص اور غیر منظم رائے عامہ ہے، جنگ ہو رہی ہے، یہاں بھی جنگ ہے۔ اور افق پر بھی جنگ ہے آپ کو کوئی نیا ہتھیار ایجاد کرنا پڑے گا۔ اپنی پالیسی کو ایک نئی شکل دینا پڑے گی یا شکست کھانا پڑے گی۔ آپ کے کمالات ایک معجزہ ہیں اگر ہم انہیں اس مقام اور گہرائی سے دیکھیں جہاں ہم تین سال پہلے سو رہے تھے۔ لیکن یہ کمالات کچھ نہیں ہیں۔ اگر انہیں ان بلند یوں سے دیکھا جائے جو بلندیاں آپ نے ہماری نگاہ میں چمکادی ہیں۔

وائسرائے کی کونسل میں شرکت کی خدائی اور لائل پور کی خداری میں ایک کمزوری جو مشترک ہے وہ یہ ہے کہ ہماری تنظیم کے کارکن ہمہ وقتی رکن نہیں ہیں۔ یہ لوگ صرف جزوقتی ماننے والے ہیں۔ لیگ کی ممبر شپ اس وقت صرف مخالف کلب کی ممبر شپ ہے جب آپ کلب میں ہوتے ہیں تو آپ کلب کے قاعدوں پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن جب آپ کھیل چکے ہوتے ہیں تو پھر ان قوانین کی آپ زیادہ فکر نہیں کرتے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پاکستان کا مطالبہ ایک ریاست کا مطالبہ ہے اور جدید ریاستیں صرف اجتماعی آمریت (Totalitarian) کی پالیسی پر قائم رہ سکتی ہیں یہاں تک کہ انگلستان بھی یہ

بات محسوس کر رہا ہے۔

ہم اس طرح اپنے ماننے والوں کو عمر بھر کیلئے پارٹی کا مطیع بنا سکتے ہیں؟ ہم آئیں صرف اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب ہماری پارٹی نہ صرف ہماری سیاسی وفاداریوں کا مرکز ہو بلکہ معاشی اور مذہبی وفاداریوں کا مرکز بھی ہو۔

صرف ایک اشارے میں یہ ساری باتیں حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ لیکن ہم اپنے اہم کارکنوں کو ان قوتوں پر معاشی انحصار کرنے سے بچا سکتے ہیں جو ہماری پارٹی کی دشمن ہیں۔ اس طرح انہیں آزادی دلا کر ایک اچھا آغاز کر سکتے ہیں اور اپنے سیاسی رہنماؤں کو اپنے مذہبی عقائد اور روایات سے قریب لا کر بھی ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔

میں نے قصداً تجریدی اور عمومی گفتگو کی ہے کیونکہ ٹھوس تجویزوں پر تو صرف بالمشافہ ہی گفتگو ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ ٹھوس تجاویز میں ذاتی عنصر بھی داخل ہو جاتا ہے اور تجریدی باتوں پر غیر جانبدارانہ طور پر بحث کی جاسکتی ہے۔ پہلے اصول طے ہو جائیں تب ٹھوس باتوں پر عمل درآمد کیا جاسکتا ہے۔ ایک عام آدمی کی یہ خاکسارانہ درخواست تھی جو ہر حالت میں اپنے قائد اور رہنما کے حکم پر عمل کرے گا۔ جب آپ کے ساتھ ہو گا تو اپنے شکوک و شبہات کا بھرپور طور پر اظہار کرے گا۔ لیکن تیسرے آدمی کے سامنے آپ کی بھرپور اطاعت کرے گا بغیر چون و چرا کیے۔

آپ کا وفادار

محمد عبدالستار خان نیازی

قائد اعظم بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

کیمپ اسٹیٹ گیٹ ہاؤس

حیدرآباد دکن

۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء

ڈیرسر

مجھے آپ کا ۲۳ جولائی ۱۹۴۱ء کا خط ملا اور اخبارات کے وہ تراشے بھی جن میں اسٹیل پور

کانفرنس کی تفصیلات نکھی ہیں۔ میں آپ کی عظیم کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔
میں آپ کے جذبات اور تجاویز کی قدر کرتا ہوں لیکن جیسا کہ آپ نے خود کہا ہے کہ ان تجاویز پر
سرف دو بہ دو ہی بحث ہو سکتی ہے۔ آپ بڑا کام کر رہے ہیں خدا آپ کو کامیاب کرے۔
آپ کا صادق

ایم اے جناح

مولانا محمد عبدالستار نیازی بنام قائد اعظم

لاہور

۲، اگست ۱۹۴۱

جناب قائد اعظم۔ السلام علیکم

مجھے آپ کا ۳۰، جولائی ۱۹۴۱ء کا تحریر کردہ خط ملا۔ آپ نے ہمارے نکتہ نظر اور جدوجہد کی جو
قدردانی کی ہے وہ ہمارے لیے حوصلہ افزائی کا باعث ہے۔ ہم بے چینی کے ساتھ اس دن کا انتظار کر رہے
ہیں جب ہم آپ کے سامنے اپنے دل کی تمام باتیں کہہ دیں گے۔
دو دنوں میں اپنی جدوجہد کی کہانی کا آغاز وہیں سے کرتا ہوں جہاں میں نے اسے ۲۳، جولائی
۱۹۴۱ء کو چھوڑا تھا۔ میں عین اس دن راولپنڈی روانہ ہو گیا تھا۔ وہاں کیلے بعد دیگرے دو بڑے عوامی
اجتماعات شہر اور کنٹونمنٹ میں ۲۴ اور ۲۵ جولائی کو ہمارے پہلے بیان کی حمایت میں جو ہم نے وائسرائے کی
کونسل کی توسیع کے بعد دیا تھا منعقد ہوئے۔ آپ ان اجتماعات کی تفصیلات اور منظور کی جانے والی
قراردادیں روزنامہ "زمیندار" کے مسئلہ تراشوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

اس کے فوراً بعد میں لاہور لوٹ آیا جیسا کہ آپ کو ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کے تراشے سے معلوم
ہو جائیگا۔ جہاں تک پنجاب کے نام نہاد مسلم پریس کا تعلق ہے وہ آپ کی جانب سے سرسکندر کی مذمت کے
فوراً بعد متعصب ہو گیا ہے۔ اس ننداری پر ہمارا رد عمل بڑا بروقت اور موثر تھا۔ آپ روزنامہ

”احسان“ ”ایسٹرن ٹائمز“ اور ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ کے ۳۱ جولائی ۱۹۳۱ء کے مسئلہ تراشوں سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہماری تگ و دو بے نتیجہ ثابت نہیں ہوئی۔ خطا کار اخبارات میں ایک نے ہم تک رسائی حاصل کی اور یقین دہانی کرائی کہ وہ قائد اعظم کے براس اقدام کی حمایت کرے گا جو پنجاب کے شراٹنگیز جوہر قابل سرسکندر حیات خان (کنخلاف انجمنیں گے۔

میں یکم اگست ۱۹۳۱ء کو امرتسر گیا۔ مسجد خیر الدین میں ایک پرہجوم اجتماع منعقد ہوا جس میں آپ کے دوسرے بیان کی جس میں آپ نے واضح طور پر غداروں کے نام لیے ہیں بھرپور حمایت کی گئی۔ تفصیلات اور قراردادیں روزنامہ ”شہباز“ کے مسئلہ تراشوں میں موجود ہیں۔

جناب قائد اعظم! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ ملت کے جسم پر سے ان لالخانہ ناسوروں کو ایک مرتبہ دور کر دیں گے، جب (اور صرف جب) نیا خون سامنے آئے گا اور معاملات ایک نیا رخ اختیار کریں گے اور اس طرح ہمارے خواب پورے ہونگے۔ پرانی مشینوں سے نئے ماڈلز برآمد نہیں ہو سکتے اور نہ پرانی وضع کے اشخاص سے نئے رجحانات کو پورا کرنے کی امید رکھی جاسکتی ہے۔ نئے حالات نئی حکمت عملی کے متقاضی ہیں۔ بیشک ماضی سے اچانک رشتہ منقطع نہیں کیا جاسکتا لیکن ہر قیمت پر سفر آگے کی طرف ہونا چاہیے نہ کہ پیچھے کی طرف۔ ہم بہت خوش ہیں کہ ہم نے آپ کی ذات میں ایک ایسا رہنما پایا لیا ہے جو اس قوم کے نوجوانوں کی جہلی خواہشات کو نہ صرف بخوبی سمجھتا ہے بلکہ غداروں سے بچنے کی جرات بھی رکھتا ہے۔

آپ کا صادق

محمد عبدالستار خان نیازی

قائد اعظم بنام مولانا عبدالستار خان نیازی

کیمپ اسٹیٹ گیٹ ہاؤس

حیدرآباد دکن:

۸۔ اگست ۱۹۳۱ء ڈیر مسٹر نیازی

مجھے آپ کا ۲۔ اگست ۱۹۴۱ء کا خط ملا اور اخبارات کے تراشے بھی۔ آپ نے جتنی ملاقات مجھے بہم پہنچائی ہیں اس کا شکریہ۔ میں آپ کی تجویزوں پر یقیناً بہت توجہ سے غور کروں گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری رائے نامانی نہ ف ایک ہی خیال کرے گا اور وہ یہ کہ ہمارا راستہ کیا ہونا چاہیے اور مسلمانوں کا فائدہ کس چیز میں ہے۔

مجھے مسرت ہے کہ آپ جیسے نوجوان اپنے دیکھی پروپیگنڈے سے ایک بہتر خدمت انجام دے رہے ہیں اور واقعات و حالات کی ترقی کا بغور جائزہ تیز اور شدید سوجھ بوجھ کے ساتھ لے رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ساری مشکلات کے باوجود ہم کامیاب ہوں گے۔

محبت کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جنات

مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی بنام قائد اعظم

الہ بور

۱۲۔ اگست ۱۹۴۱ء

جناب قائد اعظم!

السلام علیکم: میں نے اپنے پچھلے خط میں اپنی جدوجہد کی روزمرہ کاروائیوں پر زیادہ زور دیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ زیادہ اہم اور سنجیدہ مسئلے اس دن کیلئے اٹھا کر رکھوں جب آپ سے دو بہ دو ملاقات ہو۔ لیکن حالات کی رفتار نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ بعض معاملات میں مطالبات فوری نوعیت کے ہیں۔ ہمیں ان مسئلوں پر آپ کی ہدایات کی فوری ضرورت ہے۔ چنانچہ میں اس خط میں سرف موجودہ ضروری سوالات تک اپنے آپ کو محدود رکھوں گا۔ آپ کا حکم جو ابی خط سے ہمیں مانا جاسیے یا تار کے ذریعے (اگر ممکن ہو)

تفصیلات آپ کو مناسب وقت پر بھیج دی جائیں گی۔ بہر حال آپ یہ محسوس ضرور کریں گے کہ ہم بہت زیادہ دیر تارکی میں رہ کر انتظار نہیں کر سکتے۔

آپ کے حالیہ بیان کی تائید میں ہم نے جو مظاہرے صوبے بھر میں کئے اور جو عام جلسے سارے صوبے میں منعقد کئے ان کے نتیجے کے طور پر یہ خدار کے گھر کی سنگین بنیادوں میں زلزلے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ بہر حال یہ بنیادیں اتنی مضبوط ثابت نہیں ہوئیں جتنی نظر آ رہی تھیں۔ اس سلسلے میں پہلا قدم چائے کی وہ دعوت تھی جو ہمیں مولوی غلام محی الدین قصوری ایم ایل اے نے دی (میں نے اپنے ایک بچھلے خط میں ایک صاحب کی ذائقہ دار چائے کا ذکر کیا ہے۔ یہی وہ صاحب تھے جنہوں نے ہمارے دیہی پروپیگنڈے کو مطعون ٹھہراتے ہوئے ہمیں نیم تعلیم یافتہ کہا تھا) ہم لوگ یونینسٹ اخباروں کے مدیروں کے پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے تھے۔ دھمکیاں، الٹی اور نصیحتیں سب کچھ جاری تھا، بڑی چالاک اور ذہانت کے ساتھ۔ میں فالتو تفصیلات لکھ کر آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ مرکزی بات یہ تھی کہ غریب سکندر (سکندر حیات) نے کچھ نہیں کیا ہے۔ وہ جناح کے سامنے سر جھکانے کیلئے تیار ہے۔ لیکن اگر خدا نخواستہ وہ لیگ کو چیلنج کر دے تو کیا آپ لوگ پیچیدہ نتائج کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا رد عمل یہ تھا کہ ہم کسی چیز کا اقرار نہیں کر رہے تھے۔ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ اگر وہ قائد اعظم کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر ہم ان کے ساتھ ہیں شاید اس بات سے وہ یہ سمجھے کہ شکار آسانی سے ہاتھ آجائے گا۔ دوسرے دن میر مقبول محمود (سر سکندر کے پارلیمانی سیکرٹری و برادر نسبتی) ہم سے ملے اب سکندر ہم سے کل ملنا چاہتا ہے۔

ان حالات میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمیں آپ کی ہدایات کی کتنی شدید ضرورت ہے۔ قائد اعظم! میں نے اپنے سابقہ خط میں آپ کو یقین دلایا تھا کہ ہم تو بہر حال میں سالار کی حیثیت سے آپ کی اطاعت کریں گے۔ بہر حال آپ کے کوئی فیصلہ کرنے سے قبل ہم کو اپنی مندرجہ ذیل معروضات پیش کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

(۱) آپ نے پہلی بار یونینسٹ دھاندلی کو چیلنج کیا ہے۔ اب تک یہ مسئلہ نالا جا رہا تھا لیکن اس بار ہمارے ہندوستان میں عوام نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ اب قائد اعظم کا خداروں سے مقابلہ ہے اگر یہ خدار

یہاں بھی بے وقوف بنانے میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں تو آپ کی عزت کو ناقابل تلافی دھکا لگے گا۔ بہت ناگفتہ بہ حالات سے دو چار ہو جائیں گے۔ مختصر یہ کہ آپ کو وہ قدم اٹھانا چاہیے جس کا آپ نے اعلان کیا ہے یا تو یہ خدا را اس عہدے سے استعفیٰ دے دیں جو عہدہ انہوں نے آپ سے پوچھے بغیر قبول کیا ہے۔ یا ان کو مسلم لیگ سے نکال دیا جائے۔

(۲) اگر آپ ہماری پہلی عرضداشت سے متفق ہیں تو یہ یقین ہے کہ آپ کشتی کو طوفان سے نکال لیں گے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ لاہور کا شہر ایک انتخابی حلقہ مسٹر کے ایل گابا کے دیوالیہ ہو جانے سے خالی قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ کسی حد تک یقینی ہے کہ پنجاب مسلم لیگ ایکشن بورڈ، یونینسٹ امیدوار میاں امیر الدین کو منتخب کرے گا۔ وہ سرکاری ملازم (سب رجسٹرار) ہیں۔ لیکن آپ حتمی فیصلہ دینے کے مختار ہیں۔ اگر آپ لاہور تشریف لانے اور یونینسٹ پارٹی کا زور توڑنے کیلئے ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہیں تو ہم ایک نوجوان کو امیدوار نامزد کریں گے۔ اس کا آپ لیگ کالٹ دیں گے۔ اور اس کو منتخب دیکھنے کیلئے آپ کو لاہور میں قیام کرنا ہوگا۔ کامیابی یقینی ہے۔ قائد اعظم! اگر آپ نے اس زنجیر کو جو آپ کیلئے مزاحم ہے توڑنے کیلئے اپنے ذہن کو آمادہ کر لیا ہے تو اس وقت لو ہا گرم ہے۔ آپ فوری طور پر چوٹ لگائے۔ یہ معروضات اور تجاویز صرف آپ کا عندیہ لینے کیلئے پیش کی گئی ہیں۔ اگر آپ کا رد عمل خوشگوار اور حوصلہ افزاء ہو تو ہم نہایت جامع پروگرام مرتب کر لیں گے۔ یہ پروگرام آپ کو مناسب وقت پر پیش کر دیا جائے گا۔

نامزدگی کے کاغذات جمع کرانہی آخری تاریخ ماہ رواں کی ۲۱ ہے۔ علاوہ ازیں سکندر بہم پر زور ڈال رہے ہیں کہ ہم یہ بات اعلانیہ کہیں کہ ان کے اخراج سے مسلم اتحاد کو صدمہ پہنچے گا۔ ان مسائل کے سلسلے میں آپ کی جانب سے جب تک کوئی واضح ہدایت موصول نہیں ہو جاتی ہم اپنے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کریں گے۔ اس لئے آپ جلد جواب مرحمت فرمائیں۔

آپ کا صادق

محمد عبدالستار خاں نیازی

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کا تار بنام قائد اعظم

جان ایمرے وزیر ہند کے بیان کے بعد ہمارا موقف کیا ہے۔ پس ہم نیشنل ڈیفینس کونسل میں شامل ہونے والے وزراء اعظم کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھتے ہیں اور اسے جناب کی سیاسی پالیسی (حکمت عملی) کی کامیابی کی خاطر استعمال کریں گے۔

نیازی

قائد اعظم کا تار بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

تمہارے تار کے جواب میں پہلے ہی خط پوسٹ کر دیا ہے جس سے صورت حال واضح ہو

جائیگی۔

جناب

قائد اعظم کا تار بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

آپ کا خط ملا۔ میں اپنے بیان پر سختی سے ابوں۔ یہ بنگالی مسئلہ نہ صرف اسلامی ہند کے وقار اور شہرت اور اس کی تنظیم مسلم لیگ کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے بلکہ مسلم لیگی ارکان کی وائسرائے کی سکیم (نیشنل ڈیفینس کونسل) میں شمولیت جو مسلم لیگ کے فیصلے اور حکمت عملی کے خلاف ہے، نے ہمارے مقصد کو ایسی ضرب کاری لگائی ہے جسے کوئی بھی ایماندار شخص برداشت نہیں کر سکتا۔

جناب

قائد اعظم بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

۱۷، اگست ۱۹۴۱ء

ڈیر مسٹر نیازی

آپ کا خط ملا جس پر تاریخ درج نہیں ہے اس خط کے جواب میں ۱۲، اگست ۱۹۴۱ء کو میں نے حسب ذیل تار آپ کو دیا تھا۔

”آپ کا خط ملا۔ میں اپنے بیان پر سختی سے قائم ہوں۔ مسلم ہندوستان اور اس کی تنظیم مسلم لیگ کی شہرت اور عزت اس اہم مسئلہ سے وابستہ ہے۔ وائسرائے کی اسکیم سے لیگ کے اراکین کا تعلق لیگ کے فیصلے اور اس کی پالیسی کے خلاف ہے۔ اس سے ہمارے مقصد کو شدید ضرب لگی ہے جسے کوئی

ایماندار شخص برداشت نہیں کر سکتا۔“

آپ کا تار آیا تھا جس میں آپ نے پوچھا تھا کہ کیا آپ میرا تار اشاعت کے لیے دے سکتے ہیں تو میں نے تار سے جواب دیا تھا کہ آپ ابھی یہ اشاعت کیلئے نہ دیں، میرے خط کا انتظار کریں۔ میں نے اپنے تار میں کوئی نئی بات نہیں کہی تھی وہیں باتیں لکھی تھیں جو پہلے ہی اخبارات میں چھپ چکی تھیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ میں سر سکندر حیات خان کے خلاف رائے عامہ بیدار کرنے میں ایک فریق ہوں یا کسی اور غلطی کرنے والے رکن کے خلاف ایسی غلط فہمی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگ اپنا اظہار خود کریں اور مکمل آزادی سے عمل کریں۔

اب کچھ آپ کے خط کے متعلق اور آپ جسے وقت کا اہم سوال سمجھتے ہیں اس بارے میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ ”ہم اندھیرے میں منتظر نہیں رہ سکتے“۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے پوزیشن قطعاً واضح کر دی ہے کہ ہم نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ان لوگوں کے خلاف جو لیگ کے فیصلے کے خلاف اور اسکی عام پالیسی کے خلاف کوئی کام کریں گے! ہم ان کے خلاف تادیبی اقدام کریں گے۔

۲۳، اگست کو مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا ہے ہم ان کے خلاف اپنے دستور کے مطابق کارروائی کریں

گے۔ مجھے آپ کے اور مسلم لیگ کی مختلف تنظیموں کے نقطہ نظر کا پوری طرح احساس ہے اور ممتاز حضرات اور خواتین کے بھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ مجلس عاملہ بغیر کسی کی حمایت کے اور بغیر کسی خوف کے مکمل طور پر اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے جس کیلئے ہم جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور عمومی طور پر مسلم ہندوستان کے مفاد میں فیصلہ کریں گی۔

لاہور شہر کے ضمنی انتخابات کے سلسلے میں جہاں تک آپ کی رائے کا سوال ہے وہ میرے زیر غور ہے میں نے نواب صاحب ممدوٹ (سر شاہ نواز خان ممدوٹ) اور مسٹر برکت علی (ملک برکت علی ایڈووکیٹ) سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ دونوں حضرات ۲۳، تاریخ کو بمبئی آ رہے ہیں ہم بڑی توجہ اور احتیاط سے اس مسئلہ پر غور کریں گے اور یہ سوچیں گے کہ اس مسئلے میں کیا کرنا چاہیے۔ براہ کرم مجھے اس امیدوار کا نام بتائیے جسے آپ اس حلقے کیلئے مناسب سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں براہ کرم اپنے خیالات سے مجھے آگاہ کیجئے۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

نوٹ: یہ خط لکھنے کے بعد آج ہی مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ امیدوار کا نام داخل کرنے کی تاریخ ۲۱، اگست ہے اور نام واپس لینے کی تاریخ ۲۲، اگست ہے۔ اس اطلاع کے پیش نظر مرے لیے یہ شاید ممکن نہیں ہے کہ میں فائنل فیصلہ کروں کیونکہ مجھے وہ ساری معلومات حاصل نہیں جو میں چاہتا ہوں۔ وقت کم ہے میں اپنی حتمی رائے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اپنا نام داخل کرنیکی آپ کو یا کسی اور شخص کو مکمل آزادی ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس سلسلے میں کسی طرح کے وعدے کا پابند نہیں ہوں۔

قائد اعظم کا تار مولا نا محمد عبدالستار خان نیازی کے نام

۱۹ اگست ۱۹۴۱ء

آپ کا ۱۶ تاریخ کا تار آج صبح ملا۔ جبکہ خط پہلے ہی سپرد ڈاک کیا جا چکا ہے۔ میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ محدود وقت میں کوئی قطعی رائے دے سکوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ جیسے مناسب اور بہتر سمجھیں فیصلہ کریں۔

جناب

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ

قائد اعظم بنام مولا نا محمد عبدالستار خان نیازی

۲۷ اگست ۱۹۴۱ء

ڈیر مسٹر نیازی

آپ کا تار ملا اور آپ کے خطوط بھی۔ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ میرے لئے یہ امر مشکل ہے کہ میں پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ کو نظر انداز کر کے آپ کو لیگ کانٹکٹ دوں۔ میں پنجاب پارلیمانی بورڈ کے فیصلے کو پس پشت نہیں ڈال سکتا بشرطیکہ ایسا کرنے کی کوئی بڑی اہم وجہ موجود ہو۔ چونکہ اس وقت دستور کے مطابق وہی مسلمہ طور پر صوبائی اختیارات رکھتے ہیں۔ بہر حال میرا یہ خیال ہے کہ صدر پنجاب مسلم لیگ، نواب صاحب ممدوٹ (نواب شاہنواز خان ممدوٹ) نے ابھی تک آخری فیصلہ نہیں کیا ہے اور اگر آپ ان کو اس بات پر آمادہ کر لیں کہ وہ آپ کا نام قبول کر لیں تو مجھے یہ سن کر خوشی ہوگی۔ براہ کرم نتیجے سے مطلع کیجئے۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ حضرت قائد اعظم کا خیال تھا کہ مولانا نیازی ضمنی انتخابات میں اپنی تجویز کے مطابق ضرور کھڑے ہوں گے مگر مولانا نیازی اس زبردست معرکہ میں قائد اعظم کی واضح تائید چاہتے تھے۔ ایک دو دن توقف کیا۔ اس کے فوراً بعد قائد اعظم کے پرائیوٹ سیکرٹری مسٹر مطلوب الحسن سید (ف ۱۹۸۴ء) کا خط موصول ہوا جس میں وہ رقمطراز تھے کہ ”میں یہ خط آپ کو اردو میں لکھ رہا ہوں ناپ نہیں کر رہا تا کہ کسی دوسرے کو پتہ نہ چل سکے۔ حضرت قائد اعظم کی خواہش ہے کہ آپ خود میدان عمل میں آجائیں، مقابلہ کریں۔ آپ چپکے سے کاغذات نامزدگی داخل کر دیجئے۔ قائد اعظم کی تائید و حمایت یقیناً آپ کے ساتھ ہے۔ آخر میں یہ بھی لکھا کہ یہ خط بجنسہ واپس کر دیجئے۔ آپ کا مشکور و ممنون ہوں گا۔“

مولانا نیازی نے خط کی نقل اپنے پاس رکھ لی اور مطلوب الحسن سید کا خط انھیں بجنسہ واپس کر دیا۔ مولانا نے کاغذات نامزدگی داخل کر دیئے اور اپنی انتخابی مہم شروع کر دی اور ہر جلسے کی کارروائی قائد اعظم کو پہنچانا شروع ہو گئی۔ سر سکندر گھبرا گیا اور ۲۴ اگست ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں نیشنل ڈیفینس کونسل سے استعفیٰ دیدیا اور قائد اعظم سے معافی مانگ لی۔ اسپر مولانا نیازی نے اپنے کاغذات نامزدگی واپس لے لیںے (قصوراً)

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام قائد اعظم

”الطیب“ برکت علی اسلامیہ ہال

بیرون موچی دروازہ، لاہور

۲۰ مارچ ۱۹۴۷ء

جناب قائد اعظم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگرچہ وقتاً فوقتاً ہماری گفتگو ہوتی رہی مگر آپ کے ساتھ دوبارہ مراسلت کا موقع کافی طویل عرصے کے بعد نصیب ہو رہا ہے۔ آخری بار میں نے ایک دوست کے ساتھ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں دہلی میں آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے سے کچھ پیشہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔

تحریر کیا تھا اور اس ملاقات میں پنجاب میں سیاسی جدوجہد کے سلسلہ میں مالی معاونت کی درخواست کی تھی اور ہم نے پارٹی کے اخبار اور اس قسم کی دوسری ضروریات کیلئے ایک تجویز آپ کو پیش کی تھی۔ اس وقت آپ نے سر سکندر اور اس کے ساتھی نوابوں کے ٹولے کی چھٹی کرنا مناسب خیال نہ فرمایا۔ آپ نے ہمیں کسی طرح کی مادی اور محسوس امداد دینے سے بھی صاف انکار کر دیا اور ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی تلقین کی۔ جہاں تک ہم سے ہوسکا ہے ہم نے اس پر عمل کرنے کی اب تک کوشش کی ہے۔ لیکن میں اب جبکہ آپ سے مخاطب ہوں، نجانے میں ان حالات کے بارے میں کیوں سوچ رہا ہوں جن کے تحت میں نے آپ کی خدمت میں اپنا آخری خط لکھا تھا۔ شاید دونوں مواقع میں یکسانیت اور مشابہت اس کا سبب ہو۔

انجام کار سکندر جناح پیکٹ پر آپ کوئی پیش رفت نہ کر سکے۔ بالآخر آپ کو غداروں کے ٹولے سے براہ راست نکر لینی پڑی۔ آپ نے ۱۹۳۱ء میں جو اقدام کرنے سے انکار کر دیا تھا، ۱۹۳۴ء میں آپ کو وہی کچھ کرنا پڑا۔ غالباً اب یہ بحث بے کار ہوگی کہ اس تاخیر کا کوئی جواز تھا؟ مگر یہ عجیب بات ہے کہ درجہ اول کے نوابوں کو نکال دیا اور ان کی جگہ ان کی درجہ دوم اولاد کو بٹھا دیا گیا۔ مجھے علم ہے کہ میں آپ سے اس بے تکلفانہ اور غیر رسمی لہجے میں مخاطب ہوں تو آپ میرے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں گے کیونکہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ آپ نے قوم کیلئے جو کچھ کیا ہے، میرے دل میں اس کیلئے کتنا احترام و امتنان ہے۔ اس لیے میں اپنا نقطہ نظر سچائی کے ان بیٹھے الفاظ کی شکر میں لپیٹے بغیر پیش کرتا ہوں جو اکثر حقیقت کو دھندلا دیتے ہیں۔

یوں لگتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاں آپ کے حوالے سے پاکستان کے دو تصورات پائے جاتے ہیں۔ ایک فکری یا تصوری پاکستان اور ایک عملی پاکستان۔ اولد کر سے مراد ایک ایسی خود مختار اور خود کفیل ریاست کا حصول ہے، جس کیلئے ہم ہر اس شخص کا خون بہانے سے گریز نہیں کریں گے جو اس کے آڑے آنے یا سد راہ بننے کی کوشش و جرات کرے گا۔ موخر الذکر کا مطلب انگریزوں یا ہندوؤں سے سمجھوتہ ہے جس کے تحت ہم عارضی طور پر دفاع، مواصلات اور امور خارجہ کیلئے ایک محدود مرکز قبول کر لیں۔

یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ ”عملی پاکستان“ دستوری ذرائع، رواداری اور مفاہمت کی ضرورت کو

متقاضی ہے۔ اور یہ بات بھی عیاں ہے کہ انقلابی ضوابط، خود انحصاری اور خانہ جنگی، ”عملی پاکستان“ کے منطقی تصورات کے حسن و قبح پر اختلاف ہو سکتا ہے۔ کسی خاص موقع پر کون سا تصور قابل عمل ہے اس پر بھی اختلاف ممکن ہے مگر اس بارے میں دو آراء نہیں ہو سکتیں کہ بیک وقت ان دو نظریات میں سے صرف ایک نظریہ کو ہی اپنایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور نقطہ نظر، کوئی اور پالیسی اندرونی تضاد کا شکار نظر آئے گی۔

ہمارے لیے ان دو نظریات میں سے کسی ایک کا انتخاب کوئی اور نہیں کرے گا۔ ہندوستان کے مسلمان ہی آپ کے ذریعے فیصلہ کریں گے۔ اگرچہ یہ چناؤ تمام دیگر انسانی فیصلوں کی طرح غلط بھی ہو سکتا ہے۔ مگر خدا را ایک بار اپنا ذہن صاف کر لیجئے کہ ہندوؤں اور انگریزوں کے ساتھ ہم امن رکھیں یا جنگ کو ترجیح دیں وگرنہ ہمیں دونوں صورتوں کے نقصانات کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جولائی میں ہم حکومت میں شمولیت سے انکار کر دیں گے یہاں تک کہ ہمیں (مسلم لیگ کو) واحد نمائندہ حیثیت دی جائے۔ اور ستمبر میں ہم شمولیت اختیار کر لیں گے خواہ ہمیں تین بڑے محکموں میں سے کسی کا بھی قلمدان نہ ملے اور خواہ قومی غدار بھی ہمارے ساتھ بیٹھنے کے لیے وہاں موجود ہوں بلکہ ہم اپنی ٹیم میں کافر کو بھی اس امید پر شامل کر لیں گے کہ وہ غدار کی مخالفت کرے گا، تاہم یہ ایک انگ کہانی ہے۔

سو میں کہہ رہا تھا کہ ہمیں پہلے خود اپنا ذہن صاف کر لینا چاہیے اور جناب فیروز خان نون کی طرح یہ تو نہیں ہوگا کہ ایک دن ہمیں چنگیز خان کا خیال آ رہا ہو اور اگلے دن جناب راجہ غنصفر علی خان کی مانند اپنے شہداء کے بارے میں مجرم ہونے کا اعلان کر رہے ہوں جیسا کہ انہوں نے جہلم میں فرمایا ہے۔ یا ہم پھر اس امر کے خواہش مند ہوں کہ تمام مسلمانوں کو اپنے ہندو پڑوسیوں کو بچانے کے لیے قربان کر دیا جائے جیسا کہ گذشتہ روز نواب افتخار حسین ممدوٹ نے راولپنڈی میں فرمایا۔ اگر ہم پاکستان کیلئے خون بہانے کیلئے تیار ہیں تب کلکتہ، بہار، اٹک، راولپنڈی سب کا جواز پیدا ہو جائے گا۔ یا پھر ہمیں اتنا رقیق القلب بن جانا چاہیے کہ ہم فرقہ وارانہ فسادات کو دیکھتے ہوئے بھی انڈین یونین میں شامل رہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں کھلے لفظوں میں اس کا اعلان کر دینا چاہیے۔ ذہنی اختلاط اور معلق رہنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ خون بہانا بڑی چیز ہے۔ مگر خون دیکھ کر خوف سے لرزتے رہنا اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ ہمیں فوری طور پر کسی طرح بھی خانہ جنگی میں ملوث نہ ہونا چاہیے۔ پس

مسلمانوں کو تمام تر مضمرات اور حدود و قیود کا پورا پورا احساس کر لینا چاہیے۔ اپنے زیر سایہ آپکو ایک اور تنظیم

تشکیل دینی چاہیے جو انگریز کے رخصت ہونے کے بعد ساری جدوجہد مسلم لیگ کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھوں میں منتقل کرے۔ یہ کام کر کے آپ تاریخ میں اپنے کردار سے عہدہ برابر ہو جائیں گے۔ یہ فیصلہ اس وقت کیا گیا تھا جب آپ نے انتخاب لڑا تھا اور دستور ساز اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے تھے۔ کسی بھی لیڈر نے کبھی ارتقائی، تدریجی اور انقلابی کردار ایک ہی وقت میں بخوبی کامیابی سے انجام نہیں دیا جیسا کہ آپ نے دیا ہے۔

اگر آپ اس اصول سے متفق ہیں تو میں آپ کے دہلی آنے پر اہم تفصیلات کے بارے میں آپ سے گفتگو کروں گا یا تحریری طور پر آگاہ کروں گا۔

پنجاب کی صورت حال آج کل انتہائی مخدوش ہے، صوبہ سرحد کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ جان کر دکھ ہوتا ہے کہ ہماری تاریخ کے اس فیصلہ کن موڑ پر نااہل لوگ ہماری تقدیر کا فیصلہ کر رہے ہیں، محض گناہوں کے اس سرمائے کے سبب جو انہوں نے اپنے خداداد آباؤ اجداد سے ورثہ میں پایا ہے اور اس حمایت کے سبب جو وہ آپ کے بے داغ اور نیک نام کی بدولت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

آپ کا مخلص

محمد عبدالستار خان نیازی

۲۰ مارچ ۱۹۴۷ء

نواب بہادر یار جنگ

نواب بہادر یار جنگ (۱۹۰۵ء۔۔۔۱۹۴۴ء) بن نواب نصیب یار جنگ، حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ مروجہ علوم اسلامیہ کی تحصیل کے بعد فنون سپہ گری میں مہارت تامہ حاصل کی۔ ۱۹۲۷ء میں ”انجمن تبلیغ الاسلام“ حیدرآباد کی بنیاد رکھی اور یوں اس پلیٹ فارم سے تبلیغ دین کا فریضہ بحسن خوبی سر انجام دیا۔ ۱۹۳۳ء میں ”مجلس اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن“ کے روح رواں ممبر بنے اور ۱۹۳۹ء میں تاحیات صدر منتخب ہوئے۔

تحریک پاکستان میں نواب صاحب کا کردار عدیم النظیر ہے۔ اپنی جادو بیانی سے پورے ہندوستان کو گرما کے رکھ دیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ سے متاثر ہو کر قائد اعظمؒ آپ پر جان چھڑکتے تھے۔ آپ آل انڈیا اسٹیٹن مسلم لیگ کے صدر تھے۔ اس حیثیت سے تمام ہندوستانی ریاستوں میں آزادی کی روح پھونکی۔ سرحد میں سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کا سحر توڑا اور جنوب میں اس کماری تک مسلم لیگ کا ڈنکا بجایا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراوداد پاکستان کے تاریخی اجتماع سے خطاب کر کے ایسا جادو پھونکا کہ قائد اعظم نے کھڑے ہو کر فرمایا:۔

”بہادر یار جنگ کی تقریر کے بعد کسی اور شخص کا بولنا بہت بڑی غلطی ہے۔“

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی خط و کتابت اور ملاقاتیں تحریک پاکستان اور علامہ اقبال کے حوالے سے نواب صاحب سے ہوئیں اور خوب ہوئیں کیونکہ دونوں ایک ہی منزل کے راہی تھے۔ مجاہد ملت کے نام نواب صاحب کے صرف دو ہی خط دستیاب ہو سکے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ افسوس کہ مجاہد ملت کا کوئی خط نواب صاحب کے نام نہیں مل سکا۔ بہر حال نواب صاحب کے خطوط سے مجاہد ملت کے مقصد و مذہب کی جھلک نمایاں ہے جس سے قاری اندازہ کر سکتا ہے کہ مجاہد ملت نے اپنے خطوط میں کب لکھا ہوگا۔

(1)

نواب بہادر یار جنگ بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

حیدرآباد دکن

۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء

محمد عبدالستار خان صاحب نیازی

سیکرٹری سزول اقبال ڈے کمیٹی، مسجد شاہ چراغ بلڈنگز، لاہور

مکرمی۔ یوم اقبال میں یاد فرمائی کا شکریہ۔ ایسے اجتماع میں شرکت جو حضرت اقبال اعلیٰ اللہ مقامہ سے نسبت رکھتا ہو جس میں انکی تعلیمات و پیام سے استفادہ ہو سکے، میرے لیے باعث عزت و سعادت ہے لیکن افسوس کہ انہی تاریخوں میں، میں نے دہلی میں بعض ضروری وعدے کر لئے ہیں، اس لئے حاضر نہ ہو سکوں گا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اقبال کے کلام کو سمجھنے، دوسروں کو سمجھانے اور اس کے پیام کو بھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کو سن کر مسرت ہوگی کی میرے یہاں ہر ہفتے بالالتزام ایک اجتماع ہوتا ہے اور اس میں اقبال کا کلام سبقاً سبقاً پڑھا جاتا ہے اور اس میں ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اور ڈاکٹر یوسف حسین خاں جیسے علماء، اقبال کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اقبال نے خود اپنے الفاظ میں ”حجازی کے“ کو اپنے ”ہندی نغمہ“ میں ایسا دلکش بنایا کہ ”کتاب اللہ“ جس کو اس کے ماننے والوں نے پس پشت ڈال دیا تھا آج پھر ہماری آنکھوں کا نور بن رہی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ کے یہ اجتماع کامیاب ہوں اور انکے شرکاء گفتار کے اس غازی کے خواب کی تعبیر نہیں اور کردار کے غازی بن کر اس کی روح کو جنت الفردوس میں حقیقی سامان اطمینان مہیا کریں۔

آپ کا مخلص

محمد بہادر یار جنگ

(۲)

حیدرآباد دکن

۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء

مکرمی۔ السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا خط پہنچا۔ ابھی کشمیر و سرحد کا پروگرام طے نہیں ہوا۔ قائد اعظم کے جواب کا منتظر ہوں۔
بعض حالات کے مد نظر ان کو مجھے تقریر کی اجازت دینے میں تامل ہے۔ جیسے ہی اس کا تصفیہ ہوا، آپ کو
تاریخ سے مطلع کروں گا۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ فقط

آپ کا مخلص

محمد بہادر یار جنگ

خواجہ ناظم الدین

خواجہ ناظم الدین (۱۸۹۳ء-۱۹۶۳ء) ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ اور کیمرج یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ لندن سے بیرسٹری پاس کر کے واپس آ کر سیاست کی خاردار راہوں میں قدم رکھا۔

خواجہ صاحب نے ۱۹۲۲ء سے سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۹ء میں بنگال کے وزیر تعلیم بنے، ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے ممبر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر چنے گئے۔ ۱۹۴۲ء میں بنگال اسمبلی میں مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں بنگال میں پہلی مسلم لیگی وزارت بنائی۔ قائد اعظمؒ آپ کی خدمات کے معترف رہے۔

قیام پاکستان کے بعد مشرقی بنگال کے وزیر اعلیٰ بنے۔ قائد اعظمؒ کی رحلت کے بعد پاکستان کے گورنر جنرل چن لیے گئے۔ ۱۹۵۱ء میں لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد وزیر اعظم پاکستان منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں مفلوج گورنر جنرل ملک غلام محمد نے آپ کی حکومت کو برطرف کر دیا۔

۱۹۶۲ء میں جب ایوب خان نے مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تو خواجہ صاحب کو ڈھاکہ میں مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس طلب کر کے پارٹی کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اور پھر خواجہ صاحب تاحیات صدر رہے۔ ایوبی دور میں مجاہد ملت مولانا نیازی کے ساتھ ملکر خواجہ صاحب نے جبر و استبداد کے خلاف جہاد کیا۔ اس دور (۱۹۶۲ء) میں خواجہ صاحب مولانا نیازی کی ”پاکستانی ملت و شہریت کی رکیت میں امتیاز کیلئے مسلمان کی تعریف کی ضرورت“ کے موضوع پر خط و کتابت ہوئی جو درج ذیل ہے۔

بند کر دے گی۔ یہ الفاظ ”منیر رپورٹ“ میں موجود ہیں۔ آج آپ نے سیاسی تصادم کے بجائے تعمیری جمہوری تنظیم سے پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کی جو پسندیدہ مہم شروع کی ہے اسکی کامیابی کی شرط اول یہی ہے کہ اہل پاکستان کو صدق دل سے یہ یقین ہو جائے کہ مسلم لیگ، اسلام کے نام پر برسرِ اقتدار آ کر پھر مسلم و غیر مسلم کی تفریق میں مداخلت نہ دکھائے گی۔ اگر یہ نہ ہو تو جمہوریت اور اسلام سے مسلم لیگ کی وفاداری کے متعلق شکوک باقی رہیں گے۔ پاکستان اور مسلم لیگ کے قدیم اور مخلص خادم آپس میں لڑتے ہی رہیں گے اور اہل غرض اسلام سے جمہوریت کو لڑا کر دونوں کو باری باری نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ جہاں تک میں نے مسلم لیگ کے آئین کا مطالعہ کیا ہے اس میں یہ شرط روز اول سے موجود ہے کہ فقط مسلمان اس جماعت کے رکن بن سکتے ہیں۔ کسے صرف اتنی باقی ہے کہ آئین کے مفہوم اور منشاء پر عمل بھی کیا جائے۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ پاکستان مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی اپنی شاخوں کو رکنیت سازی کی مہم کی ہدایات کرتے ہوئے وضاحت کر دے کہ رکنیت سازی کے نام پر آئین کی شرط اسلام سے متعلق اقرار نامہ بھی شامل ہو گا تا کہ جس طرح مسلم لیگ کی رقیب جماعتوں سے ہمدردی رکھنے والے مسلم لیگ کے ممبر نہیں بن سکتے اسی طرح اسلام کو مسخ اور محرف کرنے کی کوشش بھی مسلم لیگ کے اندر سے نہ ہو سکے۔

میں تجویز کرتا ہوں کہ قرطاسِ رکنیت پر عبارت یہ ہونی چاہیے:

”کہ میں فلاں ابن فلاں سکنہ فلاں صدق دل سے اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ میں زندگی اور آخرت کے ہر پہلو اور ہر قسم کے مسائل میں حضور خاتم النبیین والمرسلین کی تعلیمات کو حتمی، قطعی آخری حجت تسلیم کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے متعلق ہر اختلاف میں سلف صالحین کے اجماع کو قبول کرتا ہوں اور سلف صالحین کے اعتقاد و مسلک کی بابت ہر مسئلہ کی بابت ہر مسئلہ میں اجماع امت اور فقہائے ملت کے اجماعی فیصلے کی غیر مشروط اطاعت کرتا ہوں“

اگر میری یہ تجویز قبول کر لی جائے تو میرے لئے اور میری مانند پاکستان کے ان تمام خیر خواہوں کیلئے جو پاکستان کا مطلب کیا ”لا الہ الا اللہ“ پر عمل کرنا اور کروانا چاہتے ہیں، مسلم لیگ کی رضا کارانہ خدمت کا راستہ کھل جائے گا۔ فقط

خاکسار محمد عبدالستار خان نیازی

خواجہ ناظم الدین بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

۲۷۔ اسکاٹن روڈ، ڈھاکہ

۵، فروری ۱۹۶۳ء

مکرمی و محبی! السلام و علیکم۔ آپ کا مکتوب مورخہ ۲۳، دسمبر مجھے ملا۔ جواب میں تاخیر کیلئے معذرت طلب ہوں۔ آپ کے خیالات کی میں قدر کرتا ہوں۔ انشاء اللہ مسلم لیگ غیر مشروط پر صحیح اسلامی نظریات کی ہمیشہ حامی رہیگی اور ہرگز فریب کی پالیسی کو نہ اپنائیگی۔ میں آپ کے جذبات اور نظریات سے متفق ہوں اور آپ کی تجاویز اپنے رفقاء کے سامنے پیش کر کے صحیح لائحہ عمل مرتب کرنے میں مدد لوں گا۔ مسلم لیگ کو آپ جیسے مخلص افراد کی شدید ضرورت ہے جب تک اہل الرائے حضرات کو آپ اپنا ہمنوا نہ بنا سکیں گے مقاصد کا حصول ممکن نہ ہو سکے گا۔ امید ہے کہ جناب قائد اعظم کی مسلم لیگ کو پھر صحیح معنوں میں ان کا جانشین بنانے میں آپ کی تمام تر مساعی میرے ساتھ ہوگی۔ والسلام

آپ کا مخلص۔ خواجہ ناظم الدین

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام خواجہ ناظم الدین

لاہور

۱۳، مارچ ۱۹۶۳ء

محبی! و علیکم السلام۔ آپ کے مکتوب مورخہ ۵، فروری ۱۹۶۳ء کے جواب میں تاخیر کی وجہ یہ ہوئی کہ پہلے میں الیکشن پٹیشن کے سلسلے میں میانوالی گیا تھا۔ اس کے بعد عید الفطر کی مشغولیت رہی۔ آپ کا خط اسی چکر میں گھومتا ہوا حال ہی میں مجھ تک پہنچا ہے۔ آپ کے مکتوب کے حسب ذیل الفاظ بے حد حوصلہ افزاء ہیں:-

”میں آپ کے جذبات اور نظریات سے متفق ہوں اور آپ کی تجاویز اپنے رفقائے کار کے سامنے پیش کر کے صحیح لائحہ عمل مرتب کرنے میں مدد لوں گا“

آپ نے میری ذات کے متعلق جن اچھے خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان کیلئے تہہ دل سے ممنون ہوں۔ میں بڑے شوق سے انتظار کر رہا ہوں کہ آپ ورکنگ کمیٹی کے اولین اجلاس میں میرا سابقہ خط پیش کر کے نتائج سے مطلع فرمائیں گے۔ میرے فارمولے سے آپ کے مذکورہ بالا اتفاق کے بعد ورکنگ کمیٹی کی منظوری اور قرطاس رکنیت میں اس شرط کی شمولیت میں بظاہر کوئی دقت باقی نہیں لیکن جیسا کہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں جماعتی کاروبار میں رسمی منظوری اور اسپر عملدرآمد بڑا ضروری ہوتا ہے۔ آپ کی جانب سے یہ اطلاع موصول ہو جانے کے بعد میں فوراً بہمن آپ کے ساتھ عملی تعاون پر آمادہ و تیار ہوں گا۔

فقط والسلام

خاکسار محمد عبدالستار خان نیازی

خواجہ ناظم الدین بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

۲۹، مارچ ۱۹۶۳ء

۲۷۔ اسکان روڈ، ڈھاکہ

محترمی مکرمی جناب عبدالستار نیازی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مورخہ ۱۳، مارچ کا خط ملا۔ مجھ کو بہت افسوس ہے کہ آپ کے مطالبات ایسی بنیادی باتوں سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ میرے خیال میں کونسل کے سوا ورکنگ کمیٹی کے ذریعہ سے یہ تبدیل نہیں ہو سکتیں۔ انشاء اللہ اپریل کو ہم لاہور آئیں گے۔ اگر ملاقات ہوئی تو تفصیل سے بات ہوگی۔ والسلام۔ آپ کا مخلص

خواجہ ناظم الدین

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام خواجہ ناظم الدین

۱۳، اپریل ۱۹۶۳ء

لاہور

محبی!۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۲۹، مارچ ۱۹۶۳ء ملا۔

(۲) اس خط میں آپ لکھتے ہیں:-

”مجھ کو بہت افسوس ہے کہ آپ کے مطالبات ایسی بنیادی باتوں سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ میرے

خیال میں کونسل کے سواورکنگ کمیٹی کے ذریعہ سے تبدیل نہیں ہو سکتیں۔“

(۳) اس سے قبل مورخہ ۵، فروری ۱۹۶۳ء کے خط میں آپ نے تحریر کیا تھا کہ:-

”آپ کے خیالات کی میں قدر کرتا ہوں۔ میں آپ کے جذبات اور نظریات سے متفق ہوں اور آپ

کی تجاویز اپنے رفقاء کار کے سامنے پیش کر کے صحیح لائحہ عمل مرتب کرنے میں مدد لوں گا۔“

(۴) ۵ فروری کے خط میں آپ میرے جن خیالات کی تائید کر رہے تھے وہ میرے ۲۳، دسمبر ۱۹۶۲ء کے

اولین مکتوب میں بایں الفاظ درج تھے:

”جہاں تک میں نے مسلم لیگ کے آئین کا مطالعہ کیا ہے انہیں یہ شرط روز اول سے موجود ہے کہ فقط

مسلمان اس جماعت کے رکن بن سکتے ہیں۔ صرف اتنی ہے کہ آئین کے مفہوم اور منشاء پر عمل بھی کیا

جائے۔ اسکی آسان صورت یہ ہے کہ پاکستان مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اپنی شاخوں کو رکنیت سازی کی مہم کی

ہدایات جاری کرتے وقت وضاحت کر دے کہ رکنیت سازی کے فارم پر آئین کی شرط اسلام کے متعلق

اقرار نامہ بھی شامل ہوگا۔“

(یہاں میں نے مسلمان کی تعریف اور اقرار نامے کا ایک مسودہ اضافہ کیا تھا۔)

(۵) اندریں حالات اگر آپ ۵، فروری کے اپنے مذکورہ بالا خط کے مطابق اب بھی شخص اور منصبی لحاظ

سے میرے خیالات سے متفق ہیں تو فقط ان خیالات کو عملی جامہ پہنانا باقی رہ جاتا ہے۔ آئین میں موجود

شرط آئین کی وضاحت کرنا ورکنگ کمیٹی کا فریضہ ہے اور بالضررہ کونسل سے تائید کروانی لازمی بھی سمجھی جائے تو اس کا مسودہ اور اقرار داد تیار کرنا بہر حال ورکنگ کمیٹی اور جماعت کے عہدیداران کا ہی فرض ہے۔ ورکنگ کمیٹی کی جانب سے قرارداد کا مسودہ منظر عام پر آجانے سے رائے عامہ تیار کرنے میں بھی سہولت ہوگی۔

(۶) میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں کہ مسلمان کی مجبورہ تعریف قبول کرنے کے بعد مسلم لیگ کا اقتصادی پروگرام مساوات محمدی کے اسلامی سوشلزم اور آئینی ترمیمات کا خاکہ حاکمیت قرآن و سنت کیساتھ فقہ کی وضاحت شامل کر لینے سے عوام کو سمجھانا بہت آسان ہو جائیگا۔ اور اس طرح یہ اعتراض بھی ختم ہو جائیگا کہ پاکستان بن جانے کے بعد مسلم لیگ کا کوئی خصوصی پروگرام باقی نہیں رہا۔ بہر حال اس کام میں تاخیر خلاف مصلحت ہے۔ اگرچہ میں آپ سے متفق ہوں کہ براگلا قدم اٹھانے سے قبل پہلے قدم کا فیصلہ ضروری ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام

خاکسار محمد عبدالستار خان نیازی

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام خواجہ ناظم الدین

لاہور

۱۲، اپریل ۱۹۶۳ء

محبی! السلام علیکم

سابقہ خط و کتابت کے حوالے سے ۱۲، اپریل ۱۹۶۳ء کو جو خط میں نے لاہور میں آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا اسکی مزید ایک نقل میں اس عریضے کے ساتھ بذریعہ جوابی رجسٹری ارسال خدمت کرتا ہوں۔ لاہور میں آپ کے قیام کے دوران ۱۵، اپریل ۱۹۶۳ء کو آپ سے جو زبانی تبادلہ خیالات ہوا تھا وہ بوجہ آپ کی غیر معمولی مصروفیت کے کسی قطعی نتیجے تک نہ پہنچ سکا۔ میرے اس عریضے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ۱۲، اپریل ۱۹۶۳ء کے خط کاربھی جواب لکھ سکیں۔ نیز آپ متعلقہ تنقیحات کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے

مجھے تحریری طور پر اپنے آخری فیصلے سے مطلع فرمائیں کہ اب اس ضمن میں کیا قدم اٹھارے ہیں۔ میں آپ کے آئندہ جواب کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ کہ مجھے اس کے بعد اس ضمن میں کیا کرنا چاہیے فقط۔

خاکسار محمد عبدالستار خان نیازی

مولانا عبدالستار خان نیازی بنام خواجہ ناظم الدین

لاہور

کیم، جون ۱۹۶۳ء

محبی! السلام علیکم۔

قبل ازیں میرے خطوط نمبر ایک مورخہ ۱۹۶۳-۲-۱۲، اور نمبر دو مورخہ ۱۹۶۳-۲-۲۷، کا جواب یا رسید تا حال آپ کی جانب سے موصول نہیں ہوا۔ آپ کے اولین مکتوب مورخہ ۱۹۶۳-۲-۵، میں آپ نے میری اس تجویز کو پسند کیا تھا کہ مسلم لیگ کی رکنیت کیلئے مسلمان ہونے کی شرط کی وضاحت مستند طور پر جماعت کی جانب سے ایسے الفاظ میں کر دی جائے جس سے لیگ کے مسلمان اراکین تک محدود ہونے کی متقاضیات جماعت کے آئین، جماعت کے سیاسی پروگرام اور جماعت کے اقتصادی پروگرام کی نسبت معین ہو جائیں۔ اور حریف جماعتوں یا خود جماعت کے اندر تخریبی ذہن کی جانب سے غلط فہمی یا انتشار پھیلانے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ میں نے اسی سلسلے میں ایک مجوزہ تعریف کا مسودہ بھی آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا اور آپ نے اس مسودہ کو اپنے جماعتی شرکاء کار سے منظور کروانے کی کوشش کا تحریری وعدہ بھی اپنے خط میں شامل کیا تھا۔ پھر آپ کے خط مورخہ ۱۹۶۳-۳-۲۹ میں آپ نے اپنے وعدے پر عملدرآمد میں کچھ مشکلات کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد لاہور میں مورخہ ۱۹۶۳ء-۲-۱۵ کو آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے سرے سے اس تجویز میں کوئی دلچسپی لینے سے ہی معذوری کا اظہار کیا تھا۔

اس کے بعد مذکورہ عنوان میں تین خطوط میری جانب سے آپ کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری

پوسٹ روانہ کئے گئے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ فیڈ مارشل محمد ایوب خان کی جانب سے پاکستان کنونشن مسلم لیگ میں شمولیت کے جس قرطاس رکنیت کا عکس اخبارت میں شائع کیا گیا ہے اس میں بھی مسلمان ہونے کی شرط بدستور شامل ہے۔ اندریں حالات وطن اور ملت کی مصلحت کا تقاضا ہے کہ ”مسلمان کی تعریف“ کی بنا پر آئندہ جماعتی تشکیل و تنظیم اور سیاسی و اقتصادی پروگرام متعین کرنے سے متعلق آپ کی خدمت میں میری گزارشات اور ان گزارشات کی بابت آپ کا آخری اور قطعی فیصلہ استفاد عام کیلئے شائع کر دیا جائے۔

میں یہ خط آپ کی خدمت میں اس غرض سے روانہ کر رہا ہوں کہ اگر سابقہ خطوط میں آپ کا زاویہ نگاہ بحیثیت صدر کونسل مسلم لیگ پورے طور پر واضح نہیں ہو چکا تو اب آپ مجھے ایک مفصل خط اس موضوع پر اپنے اور اپنی جماعت کے حتمی موقف سے آگاہ کرنے کیلئے لکھ دیں تاکہ میری اور آپ کی اس مراسلت کو شائع کرتے وقت آپ کا یہ سوچا سمجھا آخری فیصلہ بھی ساتھ ہی شائع ہو سکے اور فریقین کی رائے کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ آپ یہ زحمت گوارا کرنے میں مزید تاخیر نہ کریں گے۔ بہر حال میں یہ خط بذریعہ جوابی رجسٹری ہوئی ڈاک آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں اور اگر جوابی رجسٹرڈ رسید موصول ہو جانے کے سات دن بعد تک مجھے آپ کا کوئی جواب موصول نہ ہوایا آپ نے بذریعہ تاریخ مجھے یہ اطلاع نہ دی کہ آپ جماعتی مشورے کے بعد کسی مدت معینہ کے اندر مجھے یہ جواب بھیج رہے ہیں تو میں اس خاموشی کو آپ کی جانب سے مراسلت کی موجودہ شکل میں اشاعت کی اجازت سمجھنے میں حق بجانب تصور کرونگا۔ فقط

خاکسار محمد عبدالستار خان نیازی

خواجہ ناظم الدین بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

از دفتر پاکستان مسلم لیگ، ۲۸۰ نیواسکائن روڈ ڈھاکہ اے۔۲

۹، جون ۱۹۶۳ء

مکرمی و محترمی نیازی صاحب

السلام و علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مورخہ یکم جون کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپکی مذکورہ تجویز کے متعلق آپ سے لاہور میں
بانتفصیل بات چیت ہوئی تھی۔ اس سے مزید کوئی فیصلہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف نئی کونسل ہی سے ہو سکتا ہے۔
آپ کا مخلص خواجہ ناظم الدین

مولانا مودودی

مولانا مودودی (۱۹۷۹ء-۱۹۰۳ء) حیدرآباد دکن (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد کئی ایک پرچوں میں کام کرتے رہے۔ ۲۵، اگست ۱۹۳۱ کو جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی اور پھر تادم واپس سوادِ اعظم سے ہٹ کر اپنے مخصوص مذہبی اور سیاسی نظریات کا پرچار کیا۔

مولانا مودودی نے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ ان کی نظر میں مسلم لیگ کے ایک ادنیٰ کارکن سے لیکر حضرت قائد اعظم تک کوئی بھی صحیح مسلمان نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سارا زور قائد اعظم اور مسلم لیگ کے خلاف صرف کر کے کانگریس کو فائدہ پہنچایا اور پاکستان کو ”ناپاکستان“ کہہ کر یاد فرمایا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی ان کا طرز عمل ایسا ہی رہا۔ جہاد کشمیر کے خلاف فتویٰ دیا، ہردور میں اپنی انفرادی رائے قائم کر رکھی۔ ۱۹۶۳ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے ”پاکستانی ملت و شہریت کی رکنیت میں امتیاز کیلئے مسلمان کی تعریف کی ضرورت“ کے موضوع پر مختلف علماء کرام اور ماہرین قانون سے خط و کتابت کی تو مولانا مودودی سے بھی رابطہ قائم کیا۔ ملاقاتیں کیں اور خط و کتابت کے ذریعے ”مسلمان کی تعریف“ کے سلسلہ میں ان کی رائے چاہی۔ ذیل میں مجاہد ملت مولانا نیازی کے مدبرانہ اور مولانا مودودی کے۔۔۔۔۔ خطوط ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ مجاہد ملت اپنے خطوط کے جواب میں مولانا مودودی سے کیا چاہتے تھے اور مولانا نے جواب میں کیا لکھا۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام مولانا مودودی

لاہور

۲، جنوری ۱۹۶۳ء

محی! السلام علیکم۔ متحدہ قومی جمہوری محاذ کی تشکیل کے متعلق آپ کے اخباری

بیانات سے اس مسئلہ میں آپ کی دلچسپی کا علم ہوا۔ محاذ کے قیام کی بڑی وجہ بنیادی حقوق کی بحالی، آئین

میں مطلوبہ ترائیم اور احواء جمہوریت بیان کی جاتی ہے۔ موجودہ برسرِ اقتدار افراد اور حامیانِ محاذ کے مابین اختلافات کو طے کرنے کیلئے بنیادی سوال یہ پیدا ہو چکا ہے کہ اگر تصفیہ باہم افہام و فہیم اور صلح و آشتی سے بغیر کسی تصادم، بغیر نقص امن اور بغیر ملی انتشار کے ہونا ہے تو جانہین میں کون سی اقدار و اصول مشترک ہیں۔

یہ فوق الاحزاب (سیاسی پارٹیوں سے بالاتر) فوق الاکین بلکہ فوق مملکت، اور فوق الوطنیت اقدار و اصول، پاکستان میں اسلام ہی مہیا کر سکتا ہے۔ مطالبہ پاکستان اور دو قومی نظریہ کی اساس بھی اسلام ہی تھا۔ نیز آئندہ پاکستان میں اطلاق و دولت، اقتدار و عدل، حق و باطل، خوشحالی و کامیابی اور علم و تعلیم کے قومی تصورات بھی فقط اسلام سے ہی اخذ ہو سکتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام آج تک پاکستان میں اساسی منشور اور آئین کی رسمی حیثیت حاصل نہیں کر سکا۔ ۱۹۴۹ء کی قرارداد مقاصد میں یہ اعلان قطعی الفاظ سے شامل نہ تھا۔ ۱۹۵۳ء کے مسورہ آئین سے بھی یہ مسئلہ تسلی بخش طور پر طے نہیں ہوا۔ ۱۹۵۶ء کا آئین بھی یہ منشاء پوری نہ کر سکا اور اب ۱۹۶۲ء کے آئین سے بھی یہ کمی پوری نہ ہوئی۔ اس کوتاہی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قرآن و سنت کو پاکستان میں اساس حجت تسلیم کر لینے کے باوجود فقہ کو اساس حجت میں شامل نہ رکھا گیا۔ اس طرح نص کو تفسیر بالرائے سے مسخ کرنے اور تحریف مطالب کے راستے کھل گئے۔ جب کبھی بھی پاکستان کی تاریخ لکھی گئی تو وہ تحریکات ہمیشہ اساسی حیثیت سے یاد کی جائیں گی۔ پہلی تحریک، تحریک قیام پاکستان تھی جو فروری ۱۹۴۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کو منتشر اور منقسم کر کے ختم ہو گئی۔ دوسری تحریک ”تحریک تحفظ ختم نبوت“ تھی جو ۱۹۵۳ء میں ”منیر رپورٹ“ پر منبج ہوئی۔ دنیا کی تمام عظیم الشان تحریکات کی مانند ان دونوں تحریکات میں بھی افتراقی، اعتزالی، تحریفی اور انحرافی عناصر کی ریشہ دو انیاں مقصد حقیقی کو نقصان پہنچانے کا باعث ہوئیں۔ لیکن ہر منصف مزاج محقق یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ دونوں تحریکات کا مقصد عصر حاضر میں اسلام اور کفر کے مابین اجتماعی تمیز تھا۔ اسلامی معاشرہ کے کلیدی مراکز نفوذ سے منافی اسلام اثرات کو ناپید کرنا تھا۔

اب آپ متحدہ قومی جمہوری محاذ کے ذریعے بحالیء جمہوریت، تردج بنیادی حقوق اور ترمیم آئین کی جو کوشش کرنا چاہتے ہیں اسکی غایت مقصود بھی ان اصولوں کو متعین کئے بغیر ممکن ہی نہیں جن سے

اختلاف کرنے والے دشمن پاکستان کی سزا کے مستحق ہیں۔ اور جن اسلامی اصولوں کے اقرار کا ارباب اقتدار اور تمام سیاسی قائدین اور جماعتیں یکساں دعویٰ کرتی ہیں۔

میں اس ضمن میں تجویز کرتا ہوں کہ متحدہ جمہوری محاذ کے ہر رکن کیلئے مندرجہ ذیل اعلان کا اقرار شرط لازم قرار دیا جائے۔ مجوزہ اعلان یہ ہے:-

”میں فلاں بن فلاں سکنہ فلاں صدق دل سے اقرار و اعلان کرتا ہوں کہ میں زندگی اور آخرت کے ہر پہلو پر اور ہر قسم کے مسائل میں حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی تعلیمات سے متعلق ہر اختلاف میں سلف صالحین کے اجماع کو قبول کرتا ہوں اور صلف صالحین کے اعتماد و مسلک کی بابت ہر مسئلہ میں اجماع امت اور فقہائے ملت کے اتباعی فیصلہ کی غیر مشروط اطاعت کرتا ہوں۔“

اگر آپ اس مجوزہ عبارت کے الفاظ یا مفہوم میں کوئی ترمیم ضروری سمجھیں تو مجھے مطلع فرمائیں ورنہ اتفاق رائے سے ممنون کریں۔

خاکسار محمد عبدالستار خان نیازی

مولانا مودودی بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

ذیلدار پارک اچھرہ۔ لاہور

۲۱، جنوری ۱۹۶۳ء، ۲۳، شعبان ۱۳۸۶ھ، ہجری

مکرمی و محترمی۔۔۔۔۔ السلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے نزدیک اسلام کے نام سے جو غلط بحث اس ملک میں برپا ہے وہ تعمیر پاکستان کیلئے کوئی کارآمد اور نتیجہ خیز پروگرام کبھی نہ بنے دیگا۔ مختلف لوگوں نے اپنا ایک تصور اسلام بنا لیا ہے اور اسلام کو پاکستان کا بنیادی نظریہ حیات تسلیم کرنے کے بعد وہ اپنے اس مخصوص تصور کو رد و عمل لائیکٹی کو شش کرتے ہیں۔ اس طرح ذہنی اختلافات جو پہلے دینی یا لادینی نظریے کو ریاست کی بنیاد قرار دینے کی شکل میں رونما تھا اس نے اب دوسری شکل اختیار کر لی ہے اور اس اختلاف کی موجودگی میں کوئی تعمیر پروگرام بنانا

اور چلانا سخت دشوار ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اس غلط بحث کو ختم کیا جائے اور ملک میں واضح نظریات کی بنیاد پر تحریکیں اور جماعتیں منظم ہوں۔ وہ جماعتیں جو خلط ملط نظریات کے حامل لوگوں پر مشتمل ہوں گی اس ملک میں اب کوئی تعمیری خدمت انجام نہیں دے سکتیں۔ جو لوگ لادینی (سیکولرزم) کے حامی ہیں انہیں صاف صاف اس نظریہ کا اظہار کرنا چاہیے اور اسلام کے نام سے دھوکا دینا چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ لادینی کے نام پر لوگوں کو پکاریں اور جو اس نام پر انکی طرف آئیں انہیں اپنے گرد جمع کر لیں۔

نیز اسی طرح جو لوگ جمہور مسلمین کے اسلام سے مختلف اپنے کسی الگ اسلام کے قائل ہیں وہ صاف صاف بتائیں کہ ان کا اسلام کیا ہے اور جو اس اسلام کے قائل ہوں وہ ان کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ ان دونوں گروہوں سے الگ جو جماعتیں جمہور مسلمین کے اسلام کی قائل ہیں انہیں یہ صاف کہنا چاہیے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماع امت کو مانتی ہیں۔ اور محمد ﷺ کے سوا کسی دوسری ہستی کی تعلیمات کو مرجع ہدایت اور ماخذ شریعت تسلیم نہیں کرتیں اور یہ کہ ان کے دائرے میں کسی ایسے شخص کی گنجائش نہیں ہے جو اس عقیدے کا قائل نہ ہو۔ ان مؤخر الذکر جماعتوں کے درمیان اگر سردست وحدت نہ ہو تو کم از کم اتحاد ہونا چاہیے اور انہیں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے.....

مزید برآں بعض مسائل ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو مشترک مفاد سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں مقدم الذکر تینوں گروہوں کے درمیان کسی مفاہمت کی بنیاد پر ان مخصوص مسائل کی حد تک تعاون ہو۔ ایسی صورت میں جو مفاہمت بھی کی جائے وہ واضح بنیادوں پر ہونی چاہیے اور اس کی تصریح ہونی چاہیے کہ اشتراک عمل کسی غرض کیلئے کس حد تک ہے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام مولانا مودودی

لاہور

۲، جون ۱۹۶۳ء

محبتی۔ السلام و علیکم۔ قبل ازیں آپ ایک حالیہ ملاقات میں مجھے زبانی

اجازت دے چکے ہیں کہ آپ نے میرے مکتوب مورخہ ۱۹۶۳-۱-۲ کے جواب میں ۱۹۶۳-۱-۲۱ کی موجودہ سیاسی حالت کی اصلاح کیلئے ”مسلمان کی تعریف“ متعین کرنیکی آئینی، قانونی، اقتصادی اور سیاسی اہمیت پر جو مراسلہ لکھا تھا اسے افادہ عام کیلئے شائع کر دیا جائے۔ میں یہ عریضہ اسی زبانی اجازت کی رسمی تصدیق کیلئے ارسال کر رہا ہوں تاکہ آپ کا یہ اجازت نامہ بھی مراسلت کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔ فقط
 والسلام

خاکسار محمد عبدالستار خان نیازی

مولانا مودودی بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

ذیلدار پارک، اچھرہ۔ لاہور۔ پاکستان۔ حوالہ نمبر ۶۳-۶-۷-۱۸۵۲۔

مورخہ ۱۵، محرم الحرام ۱۳۸۲ھ۔ ۷، جون ۱۹۶۳ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا۔ آپ کے مکتوب مورخہ ۲، جنوری کے جواب میں ۲۱، جنوری کو جو خط میں نے بھیجا تھا۔ آپ اسے اپنے مکتوب کے ساتھ جب چاہیں شائع کر سکتے ہیں مجھے اسپر کوئی اعتراض نہیں۔ والسلام۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

راجہ صاحب محمود آباد

راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد (۱۹۷۳ء-۱۹۱۳ء) ریاست محمود آباد (لکھنؤ، یوپی، انڈیا) میں

پیدا ہوئے اور لندن میں وفات پائی۔

راجہ صاحب کو اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ تاریخ، فقہ اور حدیث

سے بھی بے انتہا لگاؤ تھا۔

راجہ صاحب نے ۱۹۳۶ء میں قائد اعظم کے حکم پر مسلم لیگ میں شمولیت کی اور پھر سرگرمی سے

حصہ لیا۔ ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ کے تاریخ ساز اجلاس میں مسلم لیگ کے خازن منتخب ہو کر ۱۹۴۷ء تک اس

عہدے پر فائز رہے۔ راجہ صاحب نے تحریک پاکستان میں اور مسلم امت کے اتحاد کیلئے گرانقدر خدمات

انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد ہر دور میں انہیں وزارت و سفارت کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ

کیا اور بے لوث خدمت انجام دیتے رہے۔ آخر وقت لندن کے اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر تھے۔

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی سے راجہ صاحب کا تعارف مسلم سٹوڈنٹس میڈریشن کے

سلسلہ میں ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں راجہ صاحب آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر تھے اور نیازی صاحب

اس تنظیم کی جڑیں پنجاب میں مضبوط کر رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں ہر دو قائدین کی خط و کتابت ہوتی رہی اور

ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ دونوں کے تعلقات بہت گہرے اور اخلاص پر مبنی تھے۔

ہمیں طرفین کا صرف ایک ایک خط ہی مل سکا ہے جو تاریخی اعتبار سے خاصے کی چیز ہے۔ پڑھیے

اور دونوں حضرات کی سوچ، فکر اور گہری نظر کی داد دیجیے۔

راجہ صاحب محمود آباد بنام مولانا عبدالستار خان نیازی

قیصر باغ لکھنؤ

۶، اکتوبر ۱۹۴۱ء

نیازی صاحب۔ تسلیم

مسلم سٹوڈنٹس کے متعلق جو رپورٹ آپ نے مجھے ارسال کی، موصول ہوئی۔ شکریہ۔
میں انشاء اللہ ۲۵، اکتوبر کو دہلی پہنچوں گا اور وہاں اگر آپ بھی تشریف لائے تو اس مسئلہ پر خود قائد اعظم کے
سامنے گفتگو ہوگی۔

فی الحال اگر آپ اجازت دیں تو اس خط کی ایک نقل نعمان صاحب (علی گڑھ یونیورسٹی) کو بھی
بھیج دی جائے

ہمارا پاکستان ڈیپوٹیشن بھی نومبر کے اگلے ہفتے میں پنجاب آئے گا۔

(اگر اور ممبروں کو فرصت ہوئی)

مخلص

امیر احمد خان

مولانا عبدالستار خان نیازی بنام راجہ صاحب محمود آباد

سیمان بلڈنگز، دل محمد روڈ لاہور

۱۱، اکتوبر ۱۹۴۱ء

مکرمی و محترمی راجہ صاحب دام فیوضکم

السلام علیکم۔ آپ کا ۶، اکتوبر کا محررہ نوازش نامہ آج موصول ہوا۔ میں نے آپ کی خدمت میں جو
کوائف تحریر کیے تھے اس کا مفہوم نعمان صاحب کو بھی لکھ دیا تھا، لیکن اس خیال سے کہ نعمان صاحب سیشن
کی تیاری میں علی گڑھ تشریف نہیں رکھتے صرف آپ کے جواب کی توقع تھی۔ سو الحمد للہ! آپ کی جانب سے

جواب موصول ہو گیا۔ یاد دہانی کے طور پر نعمان صاحب کو بہ معرفت صدر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن ناگپور ایک خط تحریر کر دیا ہے۔ امید ہے وہ بھی عنقریب اس رپورٹ کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کریں گے۔

محمد ذوالنورین صاحب کو بھی کمیٹی سے متعلقہ مسؤلات کی بابت ایک خط تحریر کیا ہے۔

تعمیری پروگرام کے سلسلہ میں بے شمار امور پر آپ سے تبادلہ خیالات کرنا ضروری ہے۔ یہاں پر ہمیں جس قدر تعویقات پیش آرہی ہیں وہ ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ لیکن میں اس امتحان میں بھی خاص اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی دیکھتا ہوں کہ بڑھتا ہے ”ذوق گناہ“ یاں ہر سزا کے بعد: کے مصداق ہماری سرگرمیاں جو ”اسلامی سیاست کے اجارہ دار“ طائفہ کے نزدیک بمنزلہ ”اٹم مبین“ کے ہیں۔ دن بدن طوفانی تہوج پر آرہی ہیں۔ پنجاب کی ”روح خبیث“ (سر سکندر حیات) نے حتی الوسع کوشش کی ہماری تنظیم میں انحلال و انتشار کے سامان پیدا کر دے لیکن اس آزمائش میں بھی ”جو صابرین“ کا گروہ ہے وہ پوری شدت و استقامت کے ساتھ اپنے نصب العین پر جما ہوا ہے۔ میں آپ سے ”پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی“ کا زاویہ نگاہ بیان کر رہا ہوں۔ فیڈریشن کا معاملہ ابھی تک کشمکش حیات کے ہچکولے لے رہا ہے۔

یہاں کی طاغوتی طاقت کے پاس ایک حربہ تھا جو ہماری بد قسمتی سے میاں بشیر احمد صاحب جیسے مرنجان مرنج اور عافیت کوشش بزرگ کی صورت میں ہر وقت ان کے ”بے پناہ اقتدار“ کے سامنے سجدہ ریز ہو سکتا تھا۔ میری جانب سے ”نا قابل تسخیر محاذ“ دیکھ کر انہوں نے ”چور دروازے“ سے نقب زنی کی سعی جاری کر دی۔ میاں صاحب ہماری ”ہنگامہ پروری“ کی تمنا سے بر گشتہ ہو کر کراچی تشریف لے گئے تھے۔ یکم کو واپس تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے خدا جانے ”ڈیفنس کونسل“ ضمنی انتخابات اور دورہ دیہات میں ہمارے انتہا پسندانہ رویہ کو ناقابل عفو جرم گردانتے ہوئے یا ان ”دیوانوں“ کو جنہوں نے خاص اس سیاسی بحران میں انجام و عواقب سے بے پرواہ ہو کر وزارت پنجاب کو ”دعوت مبارزت“ دی تھی مسلم طلبہ کیلئے ”مفسدہ پرداز عنصر“ خیال کرتے ہوئے میرے سامنے اپنا حتمی ارادہ ظاہر کیا کہ ”میں“ پاکستان کمیٹی کو توڑتا ہوں۔ آپ لوگوں کو دیہات کے دورے منسوخ کر کے تعلیم بالغاں پر اپنی تمام تر توجہات کو مرکوز کر دینا چاہیے۔ نیز اردو ہندی کی جنگ میں ”اردو“ کو اغیار کی دستبرد سے بچانا چاہیے، میں نے جواب دیا: مکرمی! ان ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ”پاکستان“ کی نشر و اشاعت کی مفوضہ

داری تو سرخیل کی حیثیت رکھتی ہے، کمیٹی کو آپ نہیں توڑ سکتے۔ نیز جب قائد اعظم ہمارے عملی پروگرام سے بے حد مسرور ہیں تو آپ کو قائد اعظم کے انقیاد قیادت کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لگائے ہوئے پودے کا استیصال نہیں کرنا چاہئے۔

چونکہ میاں صاحب اور مجلس عاملہ کا قیام تمام کا تمام بغیر انتخاب کے وجود میں آیا ہے۔ اور پر جوش نوجوانوں کی جماعت ان کو یونینسٹ کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ اس لئے انہوں نے ماہ رمضان کے ایک ہفتہ بعد اپنی قائم کردہ ایک برانچ اور لاہور کے ڈیڑھ سو ممبران کی مدد سے جن میں اکثر و بیشتر عہدہ دار اور کئی مجالس ماتحت کے عہدہ دار و اراکین ہیں، الیکشن کا ڈھونگ کھڑا کیا ہے تاکہ ”اخباری“ اعلان انتخاب کے بعد اس کمیٹی کو معدوم ٹھہرایا جائے۔ خیر یہ تو محض خیالی تصورات ہیں۔ میرا تو ایمان ہے کہ ہر کہ شمشیر زندہ بنا سکتا بنا مش خواند۔

خطرہ یہ ہے کہ فیڈریشن پھر رجعت پسندوں کے ہاتھ میں نہ چلی جائے اور پھر کانگریسی عنصر کی مخالفت کے ساتھ ساتھ یونینسٹ عنصر کا مقابلہ بھی کرنا پڑے۔ دوسرا گروہ اس طرز انتخاب کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کی تجویز یہ ہے کہ پہلے برانچ قائم کی جائیں، عام ممبر بھرتی کئے جائیں اور ڈیڑھ دو ماہ کے وقفہ کے بعد انتخاب کیا جائے لیکن عملاً میاں صاحب اس کے خلاف کر رہے ہیں۔ مجھے میاں صاحب نے خاص اس سلسلہ میں اپنے طریق انتخاب کے ساتھ موافقت کے لئے کہا ہے لیکن میں ابھی تک غیر جانبدار ہوں بہر حال میاں صاحب کو تمام اعتراضات بتادئے ہیں۔ میں اپنی رائے آپ کے مشورہ تک محفوظ رکھتا ہوں۔

۲۵۔ اکتوبر کو انشاء اللہ آپ سے ملاقات ہوگی۔ ”پاکستان ڈیپوٹیشن“ کے سلسلہ میں بھی بعض اہم امور پر اپنی کمیٹی کی جانب سے سفارشات پیش کرونگا۔ ماہ رمضان کے بعد کمیٹی کا پروگرام از سر نو شروع ہو جائیگا۔ آپ نعمان صاحب کو میرے خط کی نقل روانہ کر سکتے ہیں۔

محمد عبدالستار خاں نیازی

والسلام

میاں محمود علی قصوری

میاں محمود علی قصوری (۱۹۸۷ء - ۱۹۱۰ء) پاکستان کے نامور قانون دان، سیاستدان اور بائیس بازو کے نظریات کے مبلغ تھے۔ تمام زندگی اپوزیشن میں رہے اور جمہوریت کی بحالی کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے اور لاہور سے ذوالفقار علی بھٹو کی خالی کردہ نشست سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ بھٹو حکومت میں مرکزی وزیر قانون بنے مگر جلد ہی اختلافات کی بنا پر مستعفی ہو گئے۔ اور بعد میں پیپلز پارٹی چھوڑ کر تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ اور پھر تازیت اسی کے ہی بور ہے۔

جمہوریت کی بحالی کیلئے جو بھی تحریک چلی میاں صاحب اس میں پیش پیش رہے۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے جب بھی اسلام دشمن اور جمہوریت دشمن حکومت کو دعوت مبارزت دی اور قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے تو میاں صاحب نے انہیں قانونی امداد مہیا کی۔ مجاہد ملت نے پاکستان میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے ہر کسی کو اپنے ساتھ لیکر چلنے کی سعی کی۔ ۱۹۶۳ء میں اسی سلسلہ میں میاں محمود علی قصوری کی کوٹھی پر اجلاس ہوئے اور ان میں دیگر لیڈروں کے علاوہ مجاہد ملت خصوصی طور پر شریک ہوتے رہے۔

اسی سلسلہ میں مجاہد ملت اور میاں صاحب کے درمیان خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ ہمیں طرفین کا صرف ایک ایک خط ہی مل سکا ہے جو نذر قارئین ہے۔ میاں صاحب اور مجاہد ملت کے خطوط پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ مجاہد ملت کے دل میں اسلام کا کتنا درد پنہاں ہے اور وہ اس درد کے درمان کیلئے کس قدر تگ و دو فرماتے رہے ہیں۔

مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی بنام میاں محمود علی قصوری

۹۷۔ سرکلر روڈ، لاہور

۳۔ جون ۱۹۶۳

محبی! السلام علیکم

مورخہ یکم جون کو نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کے اجلاس منعقدہ کوٹھی میاں محمود علی قصوری بیرٹھ لاء فیمن روڈ لاہور۔ ۵ بجے شام۔ ابتدا اجلاس مندرجہ ذیل قرارداد برائے غور و خوض پیش ہوئی۔

”جمہوریت کی بحالی کا نصب العین ان اسلامی اصطلاحات میں پیش کیا جائے جو فوق ملت، فوق مملکت، اور فوق آئین و حاکمیت ہیں۔ موجودہ حکمران بھی جمہوریت یا اسکی پارلیمنٹری شکل کا انکار کرتے ہیں۔ اسلام کے رسمی انکار کی جرات ان کو بھی ابھی تک نہیں۔ اسلئے جمہوریت کی بحالی کے نصب العین کو مسلمان کی تعریف کی اصطلاح میں پیش کرنا چاہیے۔ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے اور مسلمان کی تعریف یہ کہ وہ اقرار کرے کہ:

”میں فلاں ابن فلاں سکنہ فلاں صدق دل سے اقرار و اعلان کرتا ہوں کہ میں زندگی اور آخرت کے ہر پہلو اور ہر قسم کے مسائل میں حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی تعلیمات کو حتمی و قطعی اور آخری حجت تسلیم کرتا ہوں۔ حضور ﷺ کی تعلیمات سے متعلق ہر اختلاف میں سلف صالحین کے اجماع کو قبول کرتا ہوں اور سلف صالحین کے اعتقاد و مسلک کی بابت ہر مسئلہ میں اجماع امت اور فقہائے ملت کے اجماعی فیصلے کی غیر مشروط اطاعت کرتا ہوں۔“

اس لئے پاکستان کے آئین کی ہر شق مسلمان کی اس تعریف کے ماتحت مرتب ہونی چاہیے لہذا اجماع امت کا جو مفہوم اس تعریف سے اخذ ہوتا ہے اسے ملک کے تمام متنازعہ فیہ مسائل حل کرنے کا آخری اختیار ہے۔

اس کی عملی شکل یہ ہے کہ ملک کے تمام سیاسی مکاتب فکر ایک مدت معینہ کے اندر اپنے موقف کو اسلامی فقہ کے ماتحت ملک کی رائے عامہ کے سامنے واضح کریں اور بھر استصواب رائے عامہ سے آخری فیصلہ کر لیا جائے۔ اس حل کے نفاذ کیلئے نہ کسی سیاسی منشور کی حاجت ہے کہ کسی سیاسی تنظیم اور نہ کسی سیاسی لیڈر کی۔ اسلام کے فقہی اصول اجماع کے ماتحت ہر مکتب فکر اپنے دینی فرض کفایہ کو ادا کرتے ہوئے اپنے مذہبی اعتقادات مساجد کے اجتماع اور جلسہ عام میں مذہبی فریضے کے طور پر بیان کر سکتا ہے۔

میں نے اس تجویز کی وضاحت میں ایک مفصل و مشرح تحریری خطاب بھی پڑھا۔ قرار پایا کہ اس تجویز پر دوسرے روز یعنی مورخہ 2 جون 1963ء کے اجلاس منعقدہ بر مکان میاں محمود علی قصوری

بیرٹرائٹ لاء فیمن روڈ لاہور، ساڑھے سات بجے صبح مزید غور و خوض ہوگا۔ چنانچہ کل کے اجلاس میں مذکورہ بالا تجویز پر تفصیلی بحث ہوئی جس میں تقریباً تمام حاضرین نے حصہ لیا۔ کافی دیر غور و خوض کے بعد طے ہوا کہ اس قرارداد کی اہمیت کے پیش نظر اسے نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی تشکیل کے بعد اولین اجلاس میں زیر بحث لانا ہے۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ بحیثیت صدر جلسہ میں میری اس تجویز کو باضابطہ آئیندہ ایجنڈا میں شامل کر لیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر عریضہ ہذا میں پوری تجویز درج کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس فیصلے کی آپ باضابطہ تصدیق فرماتے ہوئے مجھے مطلع فرمائیں کہ میری اس قرارداد کو نہ تو رد کیا گیا ہے اور نہ قبول۔ بلکہ اس کی اہمیت اور وسعت کے پیش نظر نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی تشکیل کے بعد اولین اجلاس میں پیش کرنیکی کی سفارش کی گئی ہے تاکہ میں اپنی تجویز کی بابت احباب و متعلقین اور دیگر متاثرین کو بذریعہ اخباری بیان اپنے موقف سے آگاہ کر سکوں۔

فقط والسلام

مخلص محمد عبدالستار خاں نیازی

میاں محمود علی قصوری بنام مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی

۴۔ فیمن روڈ لاہور

۸۔ جون ۱۹۶۳ء

مجھی مولانا نیازی صاحب!

السلام علیکم! مجھے آپ کا خط ملا۔ اور میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نے جو چیزیں کراچی کنونشن منعقدہ جنوری ۱۹۶۳ء میں پیش کی تھیں اور جن کا حوالہ آپ نے کیم جون ۱۹۶۳ء کو ایک بار بھر دیا ہے ابھی تک پینڈنگ ہیں۔

مخلص محمود علی قصوری

سید محمد فاروق القادری

سید محمد فاروق القادری کی ولادت باسعادت ۱۹۳۶ء میں آستانہ عالیہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں میں حضرت سید محمد مغفور القادریؒ کے ہاں ہوئی۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی (گولڈ میڈلسٹ) ایم اے اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ) فاضل فارسی کے امتحانات پاس کیے۔ فاضل درس نظامی کی سند مدرسہ انوار العلوم ملتان اور متخصص عربی ادب، اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے کیا۔

اپنے والد گرامی سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی اور ۱۹۷۰ء میں والد گرامی کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ علم و ادب سے خصوصی دلچسپی ہے ملک کے دینی اور علمی جرائد میں سینکڑوں علمی تحقیقی مضامین چھپ چکے ہیں۔ فاضل بریلوی اور امور بدعت، اردو ترجمہ کشف المحجوب، اردو ترجمہ انفارس العارفین، اردو ترجمہ الطاف القدس شاہ ولی اللہ دہلوی، اردو ترجمہ فتوح الغیب، اردو ترجمہ جامع العلوم امام رازیؒ اردو ترجمہ خلاصۃ المفاجر (جام عرفان) وغیرہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر شہرت عامہ حاصل کر چکی ہیں۔

لاہور میں زمانہ طالب علمیء میں قادری صاحب کو مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا۔ اس دوران انہوں نے مجاہد ملت سے خوب استفادہ کیا۔ اور اب بھی جب کبھی کوئی مسئلہ درپیش ہو مجاہد ملت سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اگلے صفحات پر قادری کے خط اور مجاہد ملت کے بزرگانہ، محققانہ، عارفانہ جواب سے ظاہر ہے۔ پڑھیے اور ہر دو حضرات کی علمی گہرائی اور تحقیق کی داد دیجئے۔

سید محمد فاروق القادری بنام مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی

شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں

ضلع رحیم یار خاں

۸۔ مارچ ۱۹۸۱ء

بخدمت گرامی مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

مجھے آپ کی ذات سے جو دیرینہ نیاز مندانہ تعلق حاصل ہے، آپ اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اور یہ امر بھی جناب والا سے مخفی نہیں کہ شروع سے میرا کسی سیاسی جماعت یا تنظیم سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اس لئے توقع ہے کہ جناب والا میری گزارشات کو کسی سیاسی پس منظر میں دیکھنے کی بجائے ملک کے ایک ایسے باشعور شہری کے دل کی آواز سمجھیں گے جو موجودہ صورت حال سے بیحد پریشان اور فکر مند ہے، نیز اسے ملک میں اٹھنے والے طوفانی نظریات اور ایک عام آدمی کی فکر و سوچ کے زاویوں سے پوری آگاہی حاصل ہے۔

میرا تجزیہ یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سے آج تک قائم ہونیوالی حکومتیں اور جماعتیں قوم کے ساتھ مسلسل مذاق کر رہی ہیں اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس مذاق میں اب وہ لوگ بھی شریک ہو گئے ہیں جو زندگی بھر معاشی انصاف پر مبنی اسلامی معاشرے کی تشکیل کیلئے جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ لوگ مایوس ہیں اور اگر فوری طور پر انقلابی اصلاحات کے ذریعے زندہ معاشرے کی تشکیل کا عمل شروع نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ صدیوں کے فاصلے مہینوں اور دنوں میں طے ہو جائیں گے اور تباہی کا وہ عمل شروع ہو جائے گا جس سے بچنا ممکن نہیں ہوگا۔

یہ انقلابی اصلاحات کب اور کیسے شروع ہوں، اس کے بارے میں سوچنا اور منصوبہ بندی کرنا اصلاً ان جماعتوں اور افراد کی ذمہ داری ہے جو اپنے آپ کو عوامی قیادت کے منصب پر فائز سمجھتے ہیں لیکن میرے خیال میں خواہ اس کا تعلق دائیں بازو سے ہو خواہ بائیں بازو سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکی ہے اور یہ توقع ہی فضول ہے کہ مفاد پرستوں کا یہ گروہ اس خلا کو پر کر سکے گا جو قیادت اور عوام کی سوچ میں واقع ہو چکا ہے اور جو اصل مسائل کی جڑ ہے۔ آخر یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے کہ خلافت پاکستان کا منشور پیش کر نیوالا مولانا عبد الستار خاں نیازی کا اہم جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت کے بعد نہ تو جاگیر داری اور سرمایہ داری کے خاتمے کی بات کرتا ہے، مزارعت کی حرمت کی بات کرتا ہے نہ فلاحی معاشرے کے قیام کے سلسلے میں بد معاش صنعتکاروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی طرف سے ڈالی جانے والی رکاوٹوں کا ذکر کرتا ہے۔

میرے خیال میں یا تو بے عمل مولویوں کی صحبت اس شاہین کی پرواز میں کوتاہی کا سبب بنی ہے یا پھر بڑے بڑے جلسوں نے اس کی انقلابیت پر مضر اثرات ڈالے ہیں اور وہ اس طرح ان جلسوں کو ہی کامیابی کا راستہ سمجھ بیٹھا ہے، حالانکہ آپ ایسا جہاندیدہ اور گرم سرد چشیدہ انسان "احرار" کی تاریخی ناکامی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔

آپ میری اس بات سے یقیناً اتفاق فرمائیں گے کہ اس وقت قوم نہ تو مذہب کی ایسی صورت قبول کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے جس میں اس کے معاشی مسائل کا حل نہ ہو اور نہ اسے اس جمہوریت سے کوئی دلچسپی ہے جو اسے معاشی انصاف مہیا نہ کر سکے۔ یہ درست ہے کہ مذہب کو ابھی حکومت کی کسوٹی پر جانچا نہیں گیا، لیکن تیس سال میں مذہبی جماعتوں اور اشخاص نے عام آدمی کے مسائل سے جس طرح اغماض برتا ہے اور ان کے معاشی مسائل کو کفر اور لادینیت کا نام دیا ہے اس کے بعد وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں بلکہ میں اگر یہ کہوں تو بیجا نہ ہو گا کہ مسلسل محرومیوں نے اس کی سوچ میں انتقام کا زہر بھر دیا ہے اور اب وہ ہر اس نظام کو تہ و بالا کرنے کے درپے ہے جو اس کے پیٹ کے مسئلے کو اہمیت دینے کیلئے تیار نہیں۔

یہ ہے کہ شکم پروری ہی انسان کا مقصد حیات نہیں بلکہ کچھ اور بھی اخلاقی اور روحانی ضروریات ہیں جو انسان کیلئے اہمیت کی حامل ہیں، مگر یہ دلیل اس وقت کارگر ہوگی جب پورا معاشرہ مفلوک الحال یا وسائل کی کمی کا شکار ہو، لیکن اگر صورت یہ ہو کہ ایک انسان تو اپنے اکلوتے بیٹے کو موت کے منہ سے بچانے کیلئے طبیب سے دوائی لینے کی سکت نہ رکھتا ہو اور دوسرا انسان محض تفریح و طبع کے طور پر دن میں لاکھوں روپے ازار ہا ہو۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسا معاشرہ کس قسم کی طبقاتی کشمکش کا شکار ہوگا۔

اب نہ تو دائیں اور بائیں بازو کی تقسیم پاکستان کیلئے نقصان دہ رہی ہے۔ اور نہ مجرد مذہب کا نعرہ، یا جمہوریت کا دلفریب راگ، لوگوں کی تسکین کا باعث بن سکتا ہے، اب تو ضرورت ہے کہ اس ملک کو بچانے اور اس ملک میں مذہب کے وجود کو برقرار رکھنے کیلئے دور ملوکیت کے فرسودہ نظام اخلاق و معاملات کے بجائے دور رسالت مآب ﷺ اور عہد خلافت راشدہ کے اسلام کا نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان ”نحن معشر الانبیاء لانورث ولا نورث“ کو محض اخلاقی تعلیم یا مسئلہ باغ فدک کے حل کا ذریعہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے پاکستان میں معاشی نظام کے قیام کی بنیاد بنایا جائے اور جس طرح آپ آج سے کئی سال قبل ہمیں ”خلافت پاکستان“ کے منشور کی تشریح میں، ملکیت مطلقہ کو بطور قارونیت سمجھایا کرتے تھے۔ اب بھر میدان جنگ میں اتریں اور اسلام کی وہ تعبیر پیش کریں جو ملوکیت کی آمد سے پہلے مسلم معاشرہ کا طرز امتیاز تھی۔ جہاں ایک شخص اس وقت تک مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں بنتا تھا، جب تک وہ اپنے ہمسائے کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر نہ ترجیح دے اور جہاں حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا عطا کردہ اراضی کا ٹکڑا صرف اسلئے واپس لیتے نظر آتے ہیں کہ اب حضرت بال کو اس کی ضرورت نہ رہی تھی۔

اس کی توقع ہمیں صرف آپ سے اس لئے ہے کہ دیگر جماعتوں اور جمعیت علمائے پاکستان کے بیشتر افراد کا حدود اربعہ ہمیں خوب معلوم ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی زندگی لوگوں کے چندوں اور نذرانوں پر بسر نہیں ہوئی اور نہ آپ کسی جاگیردار، سرمایہ دار اور صنعتکار کے دسترخوان کو عزیز رکھنے والے انسان ہیں پھر آپ ایک مدت تک ان جاگیرداروں، سرمایہ داروں، عیاشوں اور بد معاشوں، بد قماشوں، مترفین، ظالمین اور بے عمل مذہبی لوگوں کے خلاف جہاد بھی کرتے رہے ہیں اور آپ کو غریبوں کی مشکلات کا احساس بھی ہے، آپ جانتے ہیں کہ یہاں کا غریب انسان کس قدر مظلوم اور آفت زدہ ہے۔ وہ دیہاتوں میں زمینداروں اور پیروں، اور شہروں میں سرمایہ داروں اور مولویوں کے معاشی، مذہبی اور معاشرتی ظلم کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ تیس سال تک یہ ظلم برداشت کرتا رہا فقط اس لئے کہ روشن صبح کی امید تھی، وہ کبھی جمہوریت کی ٹھنڈی چھاؤں میں جینے کے خواب دیکھتا رہا اور کبھی مذہب کے پاکیزہ محلات میں زندگی بسر کرنے کی آرزوئیں، دل میں پاتا رہا، لیکن ۱۹۷۷ء کی تحریک کے بعد یہاں جمہوریت کے نام لیواؤں، اور مذہب کے علمبرداروں نے جس اخلاقی دیوالیے پن کا ثبوت دیا اور اپنے گھٹیا مفادات کیلئے قوم کی قربانیوں کو جس طرح پیش پشت ڈالا، اس نے اسے مایوس کر دیا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ جب یہ نظام اسے جینے کا حق دینے کیلئے تیار نہیں تو پھر یہ نظام ہی کیوں رہے۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

حضرت والا! قبل اس کے کہ یہاں کا غریب انسان اپنے دکھوں سے عاجز آ کر خودکشی کرنے پر آمادہ ہو جائے، اور اس خودکشی کیلئے ہتھیاراں لوگوں کو بنائے جو مذہب، شرافت اور خلاق ایسی اقدار کے خاتمے کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اور عملی طور پر سرگرم عمل ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ مظلوم اسلام کو نادان دوستوں کے خونی ہاتھوں سے چھین کر اور سیاہ دلوں کے گناہوں کی سیاہی سے اس کے تاریک چہرے و حقیقت کی روشنی اور عصری تقاضوں کے زیورات سے آراستہ کر کے محروم طبقتوں کو ادینیت سے بچائیں۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے اور مجھے سو فیصد یقین ہے کہ آپ کو اس کا علم ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ

مذہب کا یہ تصور لے کر نہیں آئے تھے جو آج کے غبی اور بد خصلت انسان ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں بلکہ وہ انقلابی دین آج بھی انسانیت کو انقلاب آشنا کر سکتا ہے، تو پھر کیوں نہ ہم مصلحتوں کے خول سے نکلیں اور مفادات کی دیواروں کو گرا کر اسلام کا رخ تابناک انسانیت پر عیاں کریں۔

ہمیں معلوم ہے کہ اقتدار ہی وہ ذریعہ ہے جو خوبصورت پروگراموں اور انقلابی منصوبوں کو عملی صورت دیکر ان کے مفید نتائج کے سامنے لاتا ہے اور آپ کے پاس اقتدار کی یہ قوت موجود نہیں لیکن اقتدار بھی تو اس صورت میں حاصل ہوگا کہ عوام کی اکثریت آپ کو اقتدار کا اہل، اپنے دکھوں کا مداوا کرنے والا اور اپنا خیر خواہ سمجھے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ اور آپ کی جماعت عوامی مسائل کی بات کریں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ کمیونزم سر پر آ گیا ہے، مگر ہمارے رہنما لوگوں کو وعظ و تلقین کے ذریعے مصروف یا ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی کر کے بیوقوف، بنانے کا کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔

میری نظر میں جمیعت کی اب تک کوششیں اس لئے اکارت گئیں کہ ہم نے عوام کی ضروریات کا اندازہ لگانے میں غلطی کی اور ملک کے ۸۰ فیصد لوگوں کی سوچ سے آگاہی حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

اب اگر ہم اسلام اور پاکستان کے ساتھ بلکہ میں کہوں گا کہ اپنے ساتھ مخلص ہیں، تو ہمیں چاہیے کہ فوری طور پر ان اقدامات کا اعلان کریں، جو برسر اقتدار آ کر جمیعت فوری طور پر کرے گی۔ یہ اعلان اور وعدے مولویانہ طرز کے روایتی نعرے نہیں ہونے چاہئیں اور نہ ان کا لہجہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ مفادات کے تحفظ کی غمازی کرتا ہو۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خلوص دل کے ساتھ عوامی مسائل کا فہم و ادراک رکھتے ہوئے اسلام کے انقلابی اصولوں کی بالادستی کا اعلان کریں اور لوگوں سے وعدہ کریں، ہم برسر اقتدار آ کر یہ اقدامات پہلے قدم کے طور پر اٹھائیں۔

حضرت! زکوٰۃ آرڈیننس، قوانین شفعہ اور ایسے دوسرے اقدامات سرے سے اس قوم کے مسائل ہی نہیں، قوم جن مسائل سے دوچار ہے یا اسے جن پریشانیوں کا سامنا ہے پہلے انہیں سمجھنا تو چاہیے، کہ وہ کیا ہیں؟

اب مناسب ہوگا کہ میں اپنی دانست میں ان کم از کم اقدامات کی نشان دہی کروں، جو جمیعت کے منشور، آپ کی پالیسی، تقاریر اور بیانات کی بنیاد بننے چاہئیں، میں ایک عرصے کی سوچ بچار کے بعد اس

نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہمیں کم از کم اس تباہی کا سامنا کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیے جو ہم پر نازل ہو نیوالی ہے۔ درج ذیل باتیں ایسی ہیں کہ جن کی اہمیت سے آپ کو انکار نہیں ہوگا لیکن میں گزارش کروں گا کہ یہ کسی مصلحت، غفلت اور بعض نا عاقبت اندیشوں کی چرب لسانی اور سیاہ کوسفید دکھانے کی عادت کی بھینٹ نہیں چڑھنی چاہئیں۔

(۱) پورے ملک میں ہر شخص کے پاس صرف اتنی زمین رہنے دی جائے جتنی وہ خود کاشت کر سکتا ہے، غیر حاضر زمینداروں کو ایک مرلہ بھی نہ دیا جائے، مزارعت ممنوع قرار دی جائے۔

اس کیلئے ہمارے پاس قرآن، احادیث، فقہ اور آثار سلف میں مضبوط بنیاد اور دلائل موجود ہیں۔

(۲) بڑی بڑی صنعتوں کے منافع میں مزدوروں کو باقاعدہ حصہ دار بنایا جائے اس کے لئے صرف مالکان پر اعتماد نہ کیا جائے۔

(۳) ہر شخص کی ملکیت میں صرف وہی مکان رہنے دیا جائے جس میں وہ رہائش پذیر ہے، باقی ضرورت مندوں میں تقسیم کئے جائیں۔

(۴) تمام رشوت خور، بدمعاش اور ظالم افسروں کو یکسر نکال دیا جائے ان کی جگہ عوام میں سے اچھی شہرت کے حامل لوگ چاہے وہ معمولی تعلیم یافتہ کیوں نہ ہوں تعینات کیئے جائیں۔

(۵) پولیس کے موجودہ محکمے کے اہلکاروں کی اصلاح ممکن نہیں ہے ان کے ذہن مسخ ہو چکے ہیں۔ یہ محکمہ بالکل متوازی انداز سے قائم کیا جائے جس کے اہلکاروں کو تعلیم، تربیت اور انداز تفتیش وغیرہ پولیس کے لوگ نہیں بلکہ معزز اور اسلامی ذہن رکھنے والے لوگ سکھائیں۔

(۶) ملک میں خوراک کی اشیاء کا راشننگ سسٹم فوراً ختم کر دیا جائے۔

(۷) علاج معالجہ، تعلیم، اور وسائل رزق میں درجہ بندی اور تفاوت ختم کیا جائے۔

یہ ہیں وہ کم از کم اقدامات جن کے بغیر پاکستان میں برتجویز اور اسکیم صرف نقش بر آب ثابت ہوتی رہیگی۔

مجھے توقع ہے کہ جناب والا میری گزارشات پر ٹھنڈے دل اور ہمدردی سے غور فرمائیں گے، اگر میرے اس خط میں لفظی طور پر کہیں تلخی آگئی ہو تو اسے گستاخی کی بجائے میرے دل کے کرب اور اضطراب پر محمول فرمائیں گے۔

مجھے امید ہے کہ جناب والا مجھے ضرور اس خط کا جواب عنایت فرمائیں گے، تاہم اس خط کے بعد میں اپنے آپ کو اس بار سے کچھ ہلکا محسوس کر رہا ہوں جسے میں اپنے لئے ناقابل برداشت پارہا تھا۔

والسلام

نیاز آگین

سید محمد فاروق القادری ایم اے

شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان

ضلع رحیم یار خان حال لاہور

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام سید محمد فاروق القادری

(مولانا نیازی کا یہ تحقیقی اور تاریخی خط بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت مجاہد ملت نے یہ علمی، ادبی اور فکری شہ پارا کس تاریخ کو پیر قلم کیا۔ مکتوب الیہ صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری صاحب سے بھی تاریخ کا انکشاف نہیں ہو سکا۔ انکا خیال ہے کہ یہ خط وسط ۱۹۸۱ء میں لکھا گیا ہے۔ بہر حال ہم یہ نادر خط "اسلام کا تصور ملیت" مرتبہ سید ارشاد احمد عارف مطبوعہ ۱۹۸۳ء، صفحہ ۱۶ تا ۲۳ سے نقل کر رہے ہیں (تصویری)

۱۱: بور ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز گرامی قدر جناب صاحب السام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ کا تفصیلی خط ایک عرصہ پہلے ملا تھا۔ یہ خط جہاں سنجیدہ غور و فکر کا متقاضی تھا وہاں آپ کے حساس دل کی پوری ترجمانی کر رہا تھا۔ میں قوی اور ذاتی مصروفیات کے باعث آپ کے خط کا جواب جلدی نہ دے سکا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں آپ کے سوالات کے بارے میں اپنا تفصیلی نقطہ نظر پیش کرنا چاہتا تھا۔

آپ نے میرے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس پر شکر یہ ادا کرنا ضروری یہ سمجھتا ہوں۔ آپ نے اپنی عملی بصیرت، فطری ذہانت اور ملکی و ملی مسائل پر صحت مند سوچ کے باوصفہ جو نکات اٹھائے ہیں وہ واقعی سنجیدہ غور و فکر کا تقاضا کرتے ہیں لیکن آپ کے پر خلوص جذبات اور احساسات کے باوجود میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ملکی و ملی مسائل کے بارے میں بہت زیادہ ذکی احساس ہونے کے بجائے وہ راہ اختیار کرنی چاہیے جو قابل عمل ہو۔

اصولی طور پر آپ نے جو نکات اٹھائے ہیں حرف بحرف ان سے متفق ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میری ساری زندگی اسی نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں گزری ہے، آپ نے اپنے خط کے آغاز میں اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ ”قیم پاکستان کے بعد سے اب تک قائم ہونیوالی حکومتیں اور جماعتیں قوم کے ساتھ مسلسل مذاق کر رہی ہیں اور افسوسناک بات یہ ہے کہ اس مذاق میں اب وہ لوگ بھی شریک ہو گئے ہیں جو زندگی پھر معاشی انصاف پر مبنی اسلامی معاشرے کی تشکیل کیلئے جدوجہد کرتے رہے ہیں“ میں آپ کی اس بات کو بطور کلیہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کیونکہ نہ صرف یہاں محب وطن افراد کا ایک گروہ ہمیشہ عوامی مسئلوں اور خواہشات کے مطابق کام کرتا رہا ہے بلکہ اب بھی معاشی انصاف پر مبنی معاشرے کی تشکیل کیلئے سرگرم عمل ہے۔

آپ کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ ”فوری طور پر انتظامی اصلاحات کے ذریعے زندگی معاشرے کی تشکیلات کا عمل شروع نہ کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ صدیوں کے قلمی مکتبوں اور دونوں میں ٹٹے ہو جائیں گے اور ہوائی عمل شروع ہو جائے گا جس سے پچھتاہٹیں نہیں ہونگی۔“

آپ کا خیال ہے کہ ”موجودہ قیادت“ خواہ اس کا تعلق دائیں بازو سے ہو یا بائیں بازو سے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو چکی ہے۔ اور یہ توقع فضول ہے کہ مفاد پرستوں کا یہ گروہ اس خلا کو پر کر سکے گا جو قیادت اور عوام کی سوچ میں واقع ہو چکا ہے۔ اور جو اصل مسائل کی جڑ ہے۔ جب کوئی فرد اور جماعت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہے، سب لوگ مفاد پرست ہیں ان سے توقع فضول ہے تو پھر یہ مایوسی اور محرومی کیا کھلم کھلا شکست کو تسلیم کرنے کے مترادف نہیں؟ اور کیا حضرت علامہ اقبالؒ کے اس ارشاد۔

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
شکست نہیں تو اور کیا ہے شکست

کے مصداق آپ اعتراف شکست نہیں کر رہے؟۔ اور کیا یہ اصلاحی کام کیلئے تاسیس، تجدید اور تجدید میں سے ہر طریقہ کار کو مسترد کر کے اعتراف، انحراف اور خروج کے راستے پر گامزن ہونے کا اقرار نہیں ہے؟ آپ کا یہ ارشاد آخر یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے کہ خلافت پاکستان کا تصور پیش کرنے والا (مولانا) عبدالستار خاں نیازی بھی جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت کے بعد نہ تو جاگیرداری، سرمایہ داری کے خاتمے اور مزارعت کی حرمت کی بات کرتا ہے اور نہ فلاحی معاشرے کے قیام کے سلسلے میں بد معاش صنعت کاروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی طرف سے ڈالی جانے والی رکاوٹوں کا ذکر کرتا ہے۔

آپ کے جذبہ صادق اور عفت فکر کی بنیاد پر یہ بات اصولی طور پر شائد صحیح ہو مگر

چہ دانند حال ما سبسا ران ساحل ہا

کے مصداق ایک جگر سوختہ، بے چین اور مضطرب روح کے کوائف سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی دلیل ہے۔

کم نظر، بے تابی؟ جانم نہ دید

آشکارم دید و پنہانم نہ دید

جمعیت علماء پاکستان نے خلافت پاکستان کے منشور کو قبول کیا ہے تبھی ہم نے جمعیت میں شمولیت اختیار کی اور امتناع فرعونیت، امتناع قارونیت اور امتناع یزیدیت کے تصورات کو جمعیت کے منشور میں

خاص اہمیت دلائی ہے۔

بفضلہ تعالیٰ ”علامہ اقبال کے شاہین“ کی صحبت نے بے عمل مولویوں میں بھی جذبہ جہاد پیدا کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ ”مولویوں کی جماعت“ اول درجے کی انقلابی جماعت بن گئی ہے جس نے نہ صرف ماضی میں وزارتوں کی پیشکش کو مسترد کیا بلکہ اب بھی حکومت کی بار بار دعوت کے باوجود صوبائی اور مرکزی وزارتوں اور فیڈرل کونسل کی رکنیت کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا ہے بلکہ اس جماعت کے جناب ابن الوقت طالع آزماؤں نے سرکار، دربار کے تقرب کا رخ کیا ان کو بھی جماعت سے خارج کر دیا ہے۔

تقریباً نصف صدی کی سیاسی زندگی میں ہم نے سب مدوجز رد کیے ہیں، بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کیا ہے اور کبھی یہ مغالطہ نہیں ہوا کہ ہم نے اپنا مطمح نظر پالیا ہے۔ ہم جلسوں، جلوسوں اور اخباری بیانات کو اپنے مقصد اعلیٰ کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں، انہیں مقصود بالذات نہیں سمجھتے۔ ہاں ہم پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہم نے انہیں ذرائع ابلاغ سے نظریہء پاکستان کو ایک حقیقت بنایا، تحریک تحفظ ختم نبوت میں حکومت کو زچ کر کے اپنے مطالبات منوائے اور ماضی قریب میں نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے راہ ہمواری۔ اگر پاکستان قومی اتحاد کے قائدین وزارتوں میں نہ جاتے اور جمعیت علماء پاکستان کے مشورے پر اپنی ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے پر اصرار کرتے، اور عام انتخابات کیلئے حکومت کو مجبور کرتے تو موجودہ جس اور مایوسی کی فضا پیدا نہ ہوتی۔

یہ امر بھی آپ پر واضح رہے کہ زمینداری اور جاگیرداری کے متعلق پاکستان قومی اتحاد کا منشور انقلابی تھا۔ اس منشور میں جاگیرداری کے کلیہ خاتمے اور زمینداری کی تجدید (زیادہ سے زیادہ پچیس ایکڑ فی خاندان) کی گئی تھی۔ جس قدر اراضی بنجر اور بے آباد ہے اور جسے اصطلاح شرع میں ”اراضی موات“ قرار دیا گیا ہے۔ اسے بے زمین مزارعان میں تاسیم کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ ہم نے پاکستان قومی اتحاد کو اپنے منشور کے مطابق عمل پیرا رکھنے کی بڑی کوشش کی مگر کیا کریں

زین ہمرہان ست عناصر دم گرفت

شیر خداور ستم دستا نم آرزو است

بندگانِ شکم نے بحانِ جمہوریت کے سارے پروگرام کو نسیا منیا کر دیا، بہر حال جمعیت علماء
پاکستان نامساعد حالات میں بھی معاشی اور معاشرتی انصاف کے حصول کیلئے سرگرم عمل رہی اور اب بھی
بمصدق

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید

یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

مجلس احرار کے طریقہ کار اور ہمارے طریقہ کار میں بنیادی فرق یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ
بنگالی سیاست کو اپنایا اور تحریک شہید گنج میں مستقل نصب العین اور مطمح نظر کے فقدان کے باعث وہ مسترد
ہو گئے۔ رہی سہی عزت اور وقار تحریک پاکستان کی مخالفت میں ضائع کر بیٹھے، تاملی مافات پر آئے تو مسلم
لیگ کو جو اس وقت خود اب گورنمنٹی پشت پناہ بنا کر مہوٹ (نواب افتخار حسین مہوٹ) دو تانہ (میاں ممتاز محمد
خال دو تانہ) سیاست کے طفیل بن گئے۔ بفظلہ تعالیٰ ہم نے برصغیر کے آئینی مسئلہ کے حل کے ساتھ مستقل
ضابطہ حیات (نظام مصطفیٰ ﷺ) کو برہم سامنے رکھا اور اب بھی اس منزل مقصود کی جانب گامزن ہیں۔

آپ کا یہ ارشاد بجا ہے کہ ”قوم مذہب کی ایسی صورت قبول کرنے پر آمادہ نہیں جس میں اس
کے معاشی مسائل کا حل نہیں نہ اسے ایسی جمہوریت سے دلچسپی ہے جو معاشی انصاف مہیا نہ کر سکے“ اور یہ
بھی درست ہے کہ ”مذہب کو ابھی تک حکومت کی کسوٹی پر نہیں جانچا گیا“ مگر سب جماعتوں کو ایک لائحی
سے بانگنا اور تمام خدام ملت سے بدظن ہونا نامناسب ہے۔

برسر اقتدار گروہ نے ہمیشہ مذہب کا استحصال کیا ہے بلکہ ہر اس شخص کو جو اس کی پالیسیوں کا
احتماب اور منصبی کردار پر تنقید کرتا رہا ہے پابند طوق و سلاسل رکھا ہے اور اس طرح غریبوں اور مسکینوں کے
حقوق و پامال کیا کہ منجر صادق علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق تگ، ستی اور مفلوک الحالی کا ”دال فقران
کیون کفران“ کے خطرات ابھر کا سامنے آئے۔ حکیم الامت نے ایک فاقہ مستح اور پریشان حال کی کراہ
حقیقت نفس الامری کو بایں طور پر واضح کیا ہے

مریدے فاقہ مستفت با شیخ

کہ یزاں راز حال ماخبر نیست

بمازیدیک ترازشہرگ مااست

ولیکن ازشلیم نزدیک تر نیست

میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر آپ کے جذبات اور احساسات کی ترجمانی ممکن نہیں۔
ذوالفقار علی بھٹو نے سوشلزم اور مساوات محمدی کا نعرہ لگا کر عوام کا استحصال کیا اور اب چھوٹے اس کے
انجام سے باخبر ہونے کے باوجود مظلوم اسلام کو اپنے اقتدارنا پائیدار کے لیے زینہ بنا رہے ہیں۔

آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ جب تحریک خلافت پاکستان میں ہم نے قوت و اقتدار کے غلط
استعمال کو فرعونیت، دولت کے غلط استعمال کو قارونیت اور شریعت کے غلط استعمال کو یزیدیت قرار دیا تو
سرکاری درباری زلمہ چینوں نے ہمیں مار سزم کا حامی قرار دیا، العجب ثم العجب، آپ نے آگے چل کر جو کچھ
لکھا ہے مجھے اس کے ایک ایک لفظ سے اتفاق ہے ان خیالات کا اظہار آج سے چونتیس سال پہلے ۱۹۴۷ء
میں ہم نے ”مسلم لیگ خلافت پاکستان روپ“ کی طرف سے شائع شدہ کتابچے میں ”آج پاکستان کے
مسائل کیا ہیں اور انہیں کسی طرح حل کیا جاسکتا ہے“ کے زیر عنوان یوں کیا تھا۔

”دوسرا مسئلہ خوراک کا ہے۔ پاکستان کی بنیادی خوراک گھی، دودھ، وہی، مٹھن، گےہوں، چاول
، گوشت، گڑ، ہنز یوں، مصالحوں پر مبنی ہے۔ یہ سب اشیاء پاکستان اپنی ضرورت سے زیادہ پیدا کرتا ہے، پھر
کیا وجہ ہے کہ ہزاروں رات کو بھوکے سوتے ہیں، ہزاروں نے تمام زندگی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اور
ہزاروں کو گوشت، گھی اور مٹھاس میسر نہیں، ظاہر ہے کہ تقسیم میں کچھ خلل ہے۔ ناچنے والی ایکٹرس،
سپر منڈنٹ کی بدانت کے مطابق دستخط کرنیوالا ناق افسر، اور سٹہ بازی، بلیک مارکیٹ کرنے والا بینکرو تو
مرغ، پیٹری، آنس کریم اور ساری میوہ منڈی کے پھل ہضم کر جاتے ہیں اور اس بد تمیزی اور کثرت سے کھا
جاتے ہیں کہ بد ہضمی اور ہیضہ کا شکار ہو جاتے ہیں، لیکن بھاڑ جھونکنے والی بڑھیا، بوجھ اتھا نیوالا قلی، خون
پسینہ ایک کرنیوالا کاشت کار، محنتی کلرک اور سارا دن دکان پر بیٹھ کر کثیر کنبہ کی پرورش کرنیوالا دکاندار دال
روٹی سے محروم ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔“

ہم نے اس پمفلٹ میں صرف خوراک کے مسئلے پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ تمام انفرادی مسائل

روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور طبی سہولتوں کو بھی فرداً فرداً لیا ہے۔ اب جس بے دینی اور بے حیائی کو دور

لڑنے کے چرچے ہیں اس کی بابت ہم نے مذکورہ بالا کتابچے میں لکھا تھا۔

”لارڈ میکالے کی تعلیم عورتوں تک پہنچانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ پاکستان کے شہری خاندان کی جڑ کھوکھلی ہو رہی ہے اور اس کی روح شکوک سے بے چین ہے۔ اس کی بیٹی آزادی اور روشن خیالی کے چرچے کرتی ہے، اس کی بہن سینما دیکھتی ہے۔ اس کی بیوی اب خاوند کو خداوند مجازی نہیں سمجھتی، قوم کی خدمت ماں بن کر نہیں ہسپتال کی نرس اور اپوا کی نیشنل گارڈ کی ممبر بن کرتی ہے۔ خود خاوند کو بھی شک پیدا ہو چکا ہے کہ مسجد میں سوائے چندہ مانگنے والے مولویوں کے اور کیا رکھا ہے، اسے اب اپنے خاندان کی خدمت کرنے کی نسبت دوسروں کے خاندان میں خیانت کر کے لطف آتا ہے۔“

جب پیٹ میں بھوک کی آندھیاں چلیں، کانوں میں ریڈیو، ٹی وی کے فحش گیت سنائی دیں، آنکھوں کے سامنے ٹی وی اور سینما جنت کا منظر پیش کریں تو دماغ میں بھی شیطان گھونسل بنا لیتا ہے، گداز دل کی بجائے جب گداز جسم ارزاں ہو جائیں تو کل کی فکر مشکل ہو جاتی ہے، ایسے میں سگریٹ کی خراش اور شراب کا خمرا بادی مسرتوں کی جگہ لے لیا کرتے ہیں، ہوٹل گھر سے زیادہ تسکین دیتا ہے، خاندان زنجیر پا بن جاتا ہے۔ صحیفہ کے بجائے ناول زیر مطالعہ رہتا ہے۔ المختصر قوم کی روح کو گھن لگ جاتا ہے۔ اخلاق کو دیمک چاٹ رہی ہے۔ مٹی کھانے والے بچے کا بہترین علاج یہ ہے کہ صحت مند غذاؤں سے اس کا پیٹ اتنا بھر دیا جائے کہ خاک پھانکنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔

آج پاکستان کے شہری کو بھی غلط عقائد اور عادات سے بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ اسے صحیح عقائد کی لذت، صالح عمل کی چاشنی اور نیکی کی لذت سے آگاہ کیا جائے، پردے کا رواج اسی صورت میں واپس ہو سکتا ہے جب برقع کو عیب پوشی کے بجائے ستر پوشی کا ذریعہ بنایا جائے، میکالے کا نظام تعلیم بھی ختم ہو گا جب شاہ ولی اللہ کا نظام تعلیم نافذ کر دیا جائے گا۔ گھر، ہوٹل کی اور خاندان محفل عیاشی کی جگہ تبھی لے سکتا ہے جب اس کی کشش زیادہ قوی ہو (دائیں اور بائیں بازو کی تقسیم ویسے بھی لغو ہے۔ عصر حاضر میں بائیں کو انقلابی اور دائیں کو آئینی کہا جاتا ہے حالانکہ قرآن کی رو سے اصحاب الیمین (دائیں بازو والے) انقلابی ہیں، اصحاب الشمال (بائیں بازو والے) جاہل و قدامت پرست اور ترقی و روشن خالی کے دشمنوں میں شمار کئے گئے ہیں۔

مذہب اور جمہوریت بے شک اس وقت با معنی بن سکتے ہیں جبکہ ان کا مطمح نظر ایک عالمگیر اخوت بشری اور ہمہ گیر مساوات محمدی ہو، مایوس کن حالات میں بھی اب کسی شخص کو جرات اور ہمت نہیں کہ اسلام کو زندگی کا نجی مسئلہ قرار دے۔ پاکستان کا ہوش مند مسلمان اب اسلام کو مکمل ضابطہ حیات سمجھتا اور قرار دیتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ برسر اقتدار طبقہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں طوالت و تدریج کا چکر چلا دے مگر اس سے صرف نظر اب نہ قبیل ناممکنات بن چکا ہے۔ اس نصب العین کو آج سے کم و بیش اکاون سال قبل علامہ اقبال نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں بدین الفاظ واضح کیا:

”سوال یہ ہے کہ آج جو مسئلہ ہمارے پیش نظر ہے اسکی صحیح حیثیت کیا ہے۔ کیا مذہب واقعی ایک نجی معاملہ ہے اور آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حیثیت سے اسلام کا بھی وہی حشر ہو جو مغرب میں مسیحیت کا ہوا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور ایک اخلاقی تخیل تو برقرار رکھیں لیکن اسکے نظام سیاست کے بجائے ان قومی نظامات کو قبول کر لیں جن میں مذہب کی مداخلت کا امکان باقی نہیں رہتا۔ ہندوستان میں یہ سوال اور بھی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ با اعتبار آبادی ہم اقلیت میں ہیں۔ یہ دعویٰ (آج پاکستان میں کوئی گم کردہ راہ شخص بھی نہیں کرے گا) مذہبی واردات محض انفرادی وارداتیں ہیں، اہل مغرب کی زبان سے تو تعجب خیز نہیں ہوتا کیونکہ یورپ کے نزدیک مذہب کا تصور یہی تھا کہ وہ ایک مشرب روحانیت ہے جس نے دنیائے مادیات سے منہ موڑ کر اپنی تمام تر توجہ عالم روحانیت پر جمالی ہے۔ اس قسم کے عقیدہ سے لازماً وہی نتیجہ مرتب ہو سکتا تھا جس کی طرف اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کی واردات مذہب کی حیثیت جیسا قرآن پاک میں اس کا اظہار ہوا ہے اس سے قطعاً مختلف ہے۔ یہ محض حیاتی نوع کی واردات نہیں ہے جس کا تعلق صرف صاحب واردات کے اندرون ذات سے ہو لیکن اسکے باہر اسکی گرد و پیش کی معاشرت پر ان کا اثر نہ پڑے۔ برعکس اس کے کہ وہ انفرادی واردات ہیں جن سے بڑے بڑے اجتماعی نظامات کی تخلیق ہوئی ہے اور جن کے اولین نتیجے سے ایک ایسے نظام سیاست کی تاسیس ہوئی ہے جس کے اندر قانونی تصورات مضمحل تھے اور جن کی اہمیت کو محض اس وجہ سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی بنیاد وحی الہام پر ہے لہذا اسلام کا مذہبی نصب العین اسکے معاشرتی نظام

سے (جو خود اس کا پیدا کردہ ہے) انگ نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر آپ نے ایک کو ترک کیا تو بالآخر دوسرے کا ترک بھی لازم آئے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی ایسے نظام سیاست، معاشرت اور معیشت پر غور کرنے پر آمادہ ہوگا جو کسی ایسے وطنی یا قومی اصول پر مبنی ہو جو اسلام کے ہمہ گیر ضابطہ حیات اور اصول اتحاد کے منافی ہو۔

آپ نے صحیح فرمایا کہ ”اس ملک میں مذہب کے وجود کو برقرار رکھنے کیلئے دور ملوکیت کے فرسودہ نظام اخلاق و معاملات کے بجائے دور رسالت مآب ﷺ اور عبد خلافت راشدہ کے اسلام کا نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔“ آنحضرت ﷺ کے فرمان ”نحن معشر الانبياء لانورث والانورث“ کو محض اخلاقی تعلیم یا مسئلہ باغ فدک کے حل کا ذریعہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے قیام کی بنیاد بنایا جائے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اس حل کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں۔

آپ نے یہاں پر ہمارے منشور خلافت پاکستان کے حوالے سے ملکیت مطلقہ و بطور قارونیت پیش کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں میدان میں اتر کر اسلام کی وہی تعبیر پیش کروں۔ آپ کی توقع انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہوگی مگر اس میں آپ ایسے صحیح الفکر، درد مند نوجوانوں کو وہی کردار ادا کرنا ہوگا جو اس درویش بے نوائے آپ کی عمر میں کیا تھا۔

آپ نے یہاں پر صرف رحمت کائنات فخر موجودات سید المرسلین ﷺ کی اپنی ذات کا حوالہ دیا ہے۔ ہم اس سے ایک قدم آگے سوچتے ہیں تو یہ عمل روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص ملکیت مطلقہ کا حق نہیں رکھتا۔ جس کے پاس جو کچھ ہے، امانت اور متاعاً الیٰ حسین ہے۔

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کی اس نہایت ہی پر مغز انقلابی تحریر کیساتھ مفصل طور پر ملکیت کی بابت اپنا نکتہ نگاہ پیش کروں۔ ہم نے ۱۹۷۰ء کے آئین خلافت پاکستان میں جہاں ۱۔ قطعیت فرامین کتاب ۲۔ خمیص احکام رسالت ۳۔ توسل منہاج خلافت ۴۔ اتباع مسلک اجماع ۵۔ اطاعت فتویٰ و فیصلہ ۶۔ تمسک میثاق بیعت کے چھ مثبت اصول بیان کیے ہیں وہاں تین منفی اصولوں کا بھی تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں موجود ہے۔

تین منفی اصول

۱۔ امتناع فرعونیت (شرک و استبداد) سرکاری اختیارات یا سرکاری اختیار کے بہانے، یا انفرادی اقتدار سے کسی شخص یا گروہ کی آزادیء کردار پر کوئی پابندی سوائے آئین، قانون یا معاہدہ قانونی کی تکمیل کے عائد نہ کی جائیگی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ جب کی نوعیت، مقدار اور طریقہ کہاں تک جائز تھا۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو اقتدار کو استبداد یا بیداد کی غرض سے استعمال کرے، بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اقتدار کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں شرک کی مخالفت اور فرعون کی مثال، استبداد کا یہ مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

۲۔ امتناع قارونیت (ظلم و استحصال) سرکاری دولت، سرکاری دولت کا اثر، یا انفرادی دولت، کسی شخص کی دولت کی مقدار یا قیمت بڑھانے یا گھٹانے کیلئے استعمال نہ کی جائے گی۔ نہ ہی کسی شخص کے دولت کمانے کے امکانات پر کوئی پابندی حائل ہونے دی جائے گی، سوائے اس صورت کے کہ آئین، قانون یا معاہدہ قانونی کی تکمیل میں اس کی ضرورت محسوس ہو۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ آیا کسی اقتصادی کارروائی کی نوعیت، حدود اور طریقے جائز ہیں یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کی مرتکب ہو بشرطیکہ استعمال یا ذخیرہ کا عدم جواز اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت متعلقہ عدالت میں ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں ظلم، اکتناز اور سود کی ممانعت اور قارون کی مثال دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

۳۔ امتناع یزیدیت (تلبیس دین و منافقت) اسلامی اصلاحات کسی شخص، گروہ، یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، منافیات یا تجاویز کے تحفظ، تقویت یا فروغ کیلئے استعمال نہ کی جائیں گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں

فیصلہ کر گئی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویہ سے دین کی تبلیغ کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا مقابلہ کرے جو اسلامی مصطلحات کو ناجائز مقاصد کیلئے آڑ بنا کر استعمال کر رہی ہو بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اسلام کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کی نوعیت کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں منافقت اور تبلیغ کی ممانعت اور اسلامی تاریخ میں یزید کی مثال واضح کر دیتی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے اصل مفہوم سے ہٹ کر ان کے ناجائز استعمال کا مفہوم کیا ہے۔

جبر و استبداد کا خاتمہ کیسے ہو؟

ہم انسان پر انسان کے استبداد اور بیداد کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ماضی میں ملوکیت اور استبداد کا مظہر ”فرعون“ کہتا تھا کہ اپنی رعایا کا میں رب ہوں اس لیے میرا حکم مانو۔ خدا کی عطا کردہ شریعت مت تسلیم کرو۔ تمہاری زندگی اور موت میرے ہاتھ میں ہے۔

سرمایہ دارانہ استحصال و استبداد کا مجسمہ ”قارون“ کہتا تھا، میرا مال صرف میرا ہے۔ میں نے اپنے علم سے حاصل کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو خدا کے نام پر میرے مال پر پابندی عائد کرنے اور جاہتمندوں کیلئے خرچ کرنے کیلئے کوئی حق نہیں۔

ریا کار مدعی، اسلام ”یزید“ امیر المومنین کا مقدس لقب اختیار کر کے کہتا تھا کہ میرے برے اعمال پر اعتراض کرنے سے مسلمانوں کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقوے کا نام لیکر انتشار اور بغاوت پھیلانا چاہتا ہے۔

آج ان برائیوں کا مظہر اتم اشتراکیت کا دجال ”کارل مارکس“ کہتا ہے، میں تمہاری شکم کی شہوتوں کی تسکین کا سامان فراہم کروں گا۔ حلال و حرام کی بحشیں ترک کر دو، دولت کے مزے اڑاؤ اور صرف مجھ کو اپنا حاکم، مالک اور رازق تسلیم کرو۔

دین آں پیغمبر حق ناشناس بر مساوات شکم دار و اساس

(جاوید نامہ، علامہ اقبال)

فرعونیت، قارونیت، یزیدیت اور دجالیت کے جبر و استبداد نے جمہوریت، قومیت، اشتراکیت، فسطائیت، پارلیمانیت اور خلافتِ قایت کے جو نقاب اوڑھ رکھے ہیں اور ان نقابوں کے نیچے قدر حریت اور شرفِ انسانیت کی جوٹی پلید ہو رہی ہے ہم اس کے دجل و تلپیس کا پردہ چاک کر دیں گے اور دنیا کو بتادیں گے کہ ان تہ بہ تہ گمراہیوں اور متعفن خباثتوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے اسلام کے دامن سے وابستگی لازم و ناگزیر ہے۔ اسلام وہ طاقت ہے جو ان تمام لعنتوں، تھوستوں اور بیماریوں کے شر و فساد سے محفوظ رکھتا ہے اور ایمان، عرفان، تقویٰ، طہارت اور اخوت، حریت اور مساوت کا سبق دیکر آخرت کی بھلائی کا راستہ ہموار کرتا ہے۔

مساوات محمدی ﷺ: اسلام کی لائی ہوئی مساوات محمدی ﷺ وہ قانونی دستاویز ہے جس کی رو سے ایک عام پاکستانی شہری صدر مملکت کی قمیض کا دامن پکڑ کر اسی طرح جواب طلبی کر سکتا ہے جس طرح حضرت فاروق اعظم کا کرتہ حصے کی چادر سے زیادہ طویل ہونے پر بر شہری جواب طلب کر سکتا ہے۔ مساوات محمدی کے ذریعے ایک عام پاکستانی شہری کو یہ اختیار اور ضمانت مل جاتی ہے کہ جب کوئی بڑے سے بڑا حاکم اسکی حق تلخی کرے تو اس سے قصاص لینا اس سے زیادہ مشکل نہیں ہو سکتا جتنا کہ مسلمان لشکری کیلئے خود پیغمبر اسلام ﷺ سے صفیں سیدھی کرتے وقت تیر کے کچو کے کا قصاص طلب کرنا آسان تھا۔ نیز ایک عام پاکستانی شہری کو اس نظام سے یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ جمہوری فلاحی ریاست کے بیت المال سے کوئی بڑے سے بڑا آدمی اس سے زیادہ سہولتیں حاصل نہیں کر سکتا جو پیغمبر اسلام ﷺ کی صاحبزادی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ کے داماد حیدر کردار حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یا خود حضور ﷺ کو عام مسلمانوں کے مقابلہ میں حاصل تھیں۔

اس وقت ہر چہار جانب سے اخوت، حریت اور مساوات کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر اشتراکیت کے علمبردار غریبوں اور بیکسوں کی ہمدردی کا نعرہ بلند کر کے ہمرنگ زمین دام فریب بچھانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ملوکیت، حریت اور جمہوریت کی آڑ میں گرتی ہوئی سامراجیت کو سہارا دینا چاہتی ہے۔ انسان پریشان ہے کہ اس باؤ ہو میں کدھر جائے اور کیا فیصلہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر دو نظام انسانیت کیلئے عذابِ الیم ہیں اور انسان بقول حضرت علامہ اقبال چکی کے دو پاٹوں میں پس رہا ہے۔

درمیان میں دو سنگ آدم ز جانج

زندگی میں راخون، آں راخونج

اشتراکیت اور ملوکیت کی بابت اسلام کا نقطہ نگاہ مختصراً یوں ہے کہ:-

(۱) اشتراکیت پرستی اور سرمایہ پرستی دونوں اس لحاظ سے اسلام کی نگاہ میں مردود ہیں کہ انسان کی اقتصادی ضروریات کو دیگر انسانی ضروریات سے اعلیٰ درجہ دیتی ہیں۔ اسلام کی رو سے انسان کی ساری ضروریات اس کے اخلاقی معتقدات کے ماتحت ہوتی ہیں۔

(۲) سرمایہ پرستی (CAPITALISM) اور اشتراکیت (COMMUNISM) دونوں انتہا پسندی اور مبالغہ آمیزی کا شکار ہیں۔ ایک انسان کی معاشی سرگرمیوں پر کسی پابندی کی روادار نہیں۔ دوسری سرے سے انسان کی ہر معاشی سرگرمی کو پابند کر دینا چاہتی ہے۔ اسلام فرد ہو یا اقتصادی طبقہ یا خود حکومت سب کی ناجائز سرگرمیوں پر پابندی لگا کر خاندان، معاشرہ اور اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳) جہاں تک اشتراکیت، معاشی انصاف اور کسبِ حلال کے یکساں مواقع مہیا کرنیکی داعی ہے، اسلام اس کا مخالف نہیں۔

(۴) جہاں تک سرمایہ داری، حقوق وراثت کو تسلیم کر کے صلہ رحمی کے حقوق کا تحفظ کرتی اور انفرادی اختراع و کنایت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اسلام اس کا بھی مخالف نہیں بشرطیکہ دوسروں کے حقوق پر تجاوز نہ کیا جائے۔

(۵) اسلام، اقتصادی طبقات کے وجود کا مخالف نہیں، بشرطیکہ امیر اور غریب کی تمیز طبعی ذہانت، ہنرمندی، محنت، تعلیم اور موقع کی مساوات پر مبنی ہو۔ اسکے ساتھ اسلام صاحب استطاعت افراد کو مساکین و فقراء کے نان و نفقہ اور پرورش کا ذمہ دار گردانتا ہے۔

بنابریں عصر حاضر کے فتنہ اشتراک و ملوکیت سے نبرد آزما ہونے کیلئے اخوت، حریت اور مساوات کی وہ تفسیر، تعبیر اور عمل قبول کیا جائیگا جو خلافتِ محمدی کے تابع ہے۔ اس صورت میں اسلامی اصول کفالتِ عامہ اور ”الخلق عیال اللہ“ کی اساس پر اتحاد و اخوت انسانیت کا پروگرام پیش کیا جائے گا۔ یہاں پر اس امر کا خاص خیال رکھنا ہوگا کہ تردید اشتراکیت کے غلو میں ملوکیت اور سرمایہ پرستی کی نادانستہ تائید کا احتمال نہ پہلو نہ نکل آئے۔

روس میں عیسائیت کے مذہبی طبقات نے بھوک اور افلاس کا حل پیش کرنے کی بجائے زاریت و جاگیرداری کی مدد کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا گیا۔ ملت کے تمام طبقات علماء، وکلاء،

اساتذہ، طلبہ اور دیندار مجبان وطن و حامیان شرافت طبقات کا فرض ہے کہ حضور خاتم النبیین و المرسلین ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنے لئے مینار نور بنا کر غریبوں، مسکینوں، بیکاروں، بیروزگاروں، بیماروں اور خانماں برباد حاجت مندوں کی دستگیری کریں اور ظالم سرمایہ داروں، جاگیرداروں، کارخانہ داروں بلکہ مخصوص مفادات کے حامل تمام طبقات کو سیدھا کر کے انھیں معشیت محمدی ﷺ (MUHAMMEDEN ECONOMY) نعمتوں سے مالا مال کریں۔ اجتماعی عدل و مساوات کا جھنڈا بلند کر کے استحصال، اکتناز، احتکار اور منافع خوری کا استیصال کر دیں۔ یہ تمام قباحتیں اس لیے پیدا ہوئیں ہیں کہ ایک سو دو سال سے اسلامی شریعت کا نظام معطل ہے (۱۸۶۸ء تک نیم براعظم ہندوستان میں قاضی کورٹس (یعنی شرعی عدالتیں موجود تھیں) اور اس کی بجائے غیر شرعی نظام رائج ہے۔ اجتماعی طور پر زکوٰۃ کا نظام نافذ ہوا اور نہ عشر صدقات کا۔ اسی طرح ۱۹۴۸ء تک شرعی نظام وراثت بھی جاری نہ ہو سکا۔ اگر قانون مناسخہ کر رو سے اس کو مؤثر بہ ماضی کیا جائے تو قومی دولت اڑھائی بار اور زرعی پیداوار دس بار جاہتمندوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سارے ملک کی زمین تیسری پشت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو جاتی ہے اور بالآخر تمام زمینداروں اور جاگیرداریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اسلامی شریعت کی روشنی میں اگر جلب و صرف دولت کے جائز وسائل قانونی طور پر متعین کر دیئے جائیں اور بلا لحاظ جائیداد اور دولت کے ہر شخص کو اس امر کا پابند بنا دیا جائے کہ وہ ایک خاص عدالت کے سامنے ثابت کرے کہ جس جائیداد اور مال پر قابض ہے وہ اس نے جائز ذرائع سے حاصل کی ہے اور جو جائیداد ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہے وہ بحق ملت ضبط کر کے مستحقین میں تقسیم کر دی جائے تو یہ تمام معاشی ناہمواریاں قلیل مدت میں ختم ہو سکتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ دنیا میں فرعونیت کے جبر و استبداد، قارونیت کے ظلم و استحصال اور بزدلیت کی تلپیس و منافقت کو ختم کر کے رضا کارانہ طور پر ایک خوشحال، باوقار اور خدا ترس معاشرہ قائم کر دیتا ہے اور اقتصادی اختلافات پر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے بجائے روحانی، اخلاقی اور لسانی بنیادوں پر انسان اور انسان کے مابین امیر اور غریب کی تقسیم کے مقابلہ میں ”مومن“ اور ”کافر“، ”نیکو کار“ اور ”سیاہ کار“ اور ”ظالم“ اور ”مظلوم“ کی تقسیم گوارا کرتا ہے۔ اس اصول کی رو سے ہر خطا کار کا اس کے قصور کے مطابق مواخذہ ہوگا۔ نہ تو ظالم سرمایہ دار کو اسکی دولت بچا سکتی ہے اور نہ ہی ایک غریب بدکار کو اس کی غربت

چھڑا سکتی ہے۔

ہم حکومت میں نیابت (Agency and Viceray in SOVERIGNTY) اور

دولت میں امانت (TRUSTASHIP IN WEALTH) قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی فرد، طبقہ، جماعت، یا خود حکومت نہ تو مالک مطلق بن سکتی ہے اور نہ حاکم مطلق

(ABSOLUTE PROPHET AND ABSOLUTE RULER)

تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور کسی کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ بجز دین و تقویٰ کے جو اس نظام و کائناتِ ارضی میں برپا کرنیکی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ ان کے فرائض اور ذمہ داریاں دوسروں کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہیں۔ اس نظام الہی پر ایمان لانے والوں کو ہر وقت رضائے الہی کی طلب رہتی ہے۔ انہیں ایک لحظہ غفلت اور تساہل کی اجازت نہیں۔ ان کا مرنا، اٹکا جینا، ان کی نماز اور ان کی قربانی تمام مالک الملک کیلئے ہوتی ہے۔ وہ اپنی تمام تر توانائیاں اس کزہ ارض پر خدامِ خلق و انسانیت معاشرہ قائم کرنے پر صرف کر دیتے ہیں۔

افسوس ہے اسلام کا مقدمہ محض صحیح و کالت نہ ہونے کے باعث حقیقی قوت کے ساتھ نوع انسانی کے سامنے نہیں آسکا اور نہ سرخ اور سفید سامراج کے ہر دو طاغوتانِ کہن مرد مومن کی ضربِ غازیانہ سے پاش پاش ہو جاتے اور روئے زمین پر خلافتِ محمدی ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نظام جڑ نہ پکڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے امت و سطلی کو آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر قرار دیا ہے۔ اس امت کو صرف اخوتِ بشری، مساواتِ محمدی ﷺ اور خلافتِ شرعی کے قیام کیلئے کام کرنا چاہیے اور مثبت انداز میں اس فریضہ سے عہدہ برآمد ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تبلیغ و اشاعتِ دین کا کام حکمتِ ربانی اور موعظتِ حسنہ سے کیا گیا تو مشرق و مغرب کی تمام قومیں اور شمال و جنوب کے تمام سیاسی ادارے آپ کے قدموں میں ہونگے۔ آپ نے مشورہ دیا ہے ”دورِ خلافتِ راشدہ کے اسلام کا نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان ”نحن معشر الانبیاء لانورث ولا نورث“ کو محض اخلاقی تعلیم یا مسئلہ باغ فدک کے حل کا ذریعہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے پاکستان میں معاشی نظام کے نفاذ کی بنیاد بنایا جائے۔ ہم نے ہمیشہ انہی خطوط پہ کام کیا ہے اور آپ اسکی خود تصدیق فرما رہے ہیں کہ ”اور جس طرح آج سے نئی سال قبل آپ ہمیں خلافتِ پاکستان کے منشور کی تشریح میں

ملکیت مطلقہ بطور قانونیت جمھایا کرتے تھے اب پھر میدان میں اتریں اور اسلام کی وہی تعبیر پیش کریں جو ملکیت کی آمد سے قبل مسلم معاشرہ کا طرزہ امتیاز تھی جہاں ایک شخص اس وقت تک مسلمان کہانے کا مستحق نہیں بنتا تھا جب تک وہ اپنے بمسائے کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر ترجیح نہ دے اور جہاں حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ (ایک صحابی) سے آنحضرت ﷺ کا عطا کردہ قطعہ اراضی صرف اس لیے واپس لیتے نظر آتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ اس موقعہ پر میں اپنی طویل سیاقی جدوجہد میں تسلسل ثابت کرنے کیلئے ملکیت اور حاکمیت کے متعلق بالوضاحت اور نقطہ نگاہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس کی طرف آپ نے مندرجہ بالا سطور میں اشارہ کیا ہے۔

حاکمیت :- آج سے تقریباً تیس سال قبل میں نے ”مسودہ آئین خلافت پاکستان“ میں نظریہ حق کے ماتحت حاکمیت، اقتدار اور ملکیت کی وضاحت بدیں الفاظ میں کی تھی۔ حاکمیت کا مروجہ تصور متقاضی ہے کہ کوئی بیعت حاکمہ کس حد تک اخلاقی حق اور مادی قوت سے اپنے احکام نافذ کر سکتی ہے۔ اسلام کسی قسم کے انسانی ادارے کو ان معنوں میں حاکم مطلق نہیں مانتا۔ ان الحکم الا للہ سے واضح ہوتا ہے کہ کسی انسانی بیعت حاکمہ کو اپنے احکام نافذ کرنے کیلئے کوئی اخلاقی حق حاصل نہیں بشرطیکہ رائے و بندگان کی اکثریت اس بات پر متفق ہو جائے کہ وہ احکامات تعلیمات، کتاب و سنت سے ضروری مطابقت رکھتے ہیں اور کسی باختیار شرعی عدالت سے انہیں سند جواز بھی مل چکی ہے۔ اسلام میں غیر معقول اور لامحدود ملکیت کا کوئی تصور نہیں حتیٰ کہ کسی شخص کو اپنی ذات اور جسم پر اختیار مطلق حاصل نہیں ہے۔ (کوئی شخص اپنا جسم ناجائز مقصد کیلئے فروخت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے خودکشی کی اجازت ہے)

مالک مطلق اللہ ہے تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد اصولی طور پر اللہ کی ملکیت ہے۔ اللہ کے نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت میں شرعی قوانین حضور خاتم النبیین ﷺ نے صادر فرمائے اور تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نبیاً آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دی، امت محمدیہ ﷺ اجتماعی طور پر آنحضرت ﷺ کی جانب سے امین ہے۔ بنا بریں جائیداد کا ہر استعمال جو خاتم النبیین ﷺ کی شریعت کے منافی ہے ناجائز ہے۔ اسلام نے جس حق ملکیت کو جائز قرار دیا ہے وہ صرف حق تبادلہ، حق اکتساب، حق استعمال اور حق صرف ہے اور وہ بھی بروئے متاعاً الی صین تا صین حیات ہے۔

حق استعمال کیلئے بھی مقدار، مدت اور نوعیت کے مدارج واضح قوانین کے ذریعے متعین کر دیئے گئے ہیں، تمام پابندیاں دولت میں اضافہ کی شکلوں میں لگائی گئی ہیں جن میں استحصال اور جلب منفعت کے علاوہ سود، احتکار، اکتناز، منافع خوری، قمار بازی، سٹہ بازی، جاگیر داری، سرمایہ داری، کارخانہ داری اور کمیونزم (سرکاری جاگیر داری، سرمایہ داری اور کارخانہ داری وغیرہ) جیسی لعنتیں اور قباحتیں جرم قرار دی گئیں۔

۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی میں زرعی اصطلاحات کے بل پر تقریر کرتے ہوئے میں نے اسلامی قانون اور لاطینی قانون کے فرق کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ ملکیت مطلقہ اور حاکمیت مطلقہ کا تصور اس لئے غیر اسلامی ہے کہ رومن لاء میں مالک کو حق حاصل تھا کہ وہ اپنے غلام کو قتل کر سکے یا اپنی جائیداد اسراف میں ضائع کر سکے۔ رومنز کہتے تھے کہ ہر شخص اپنے گھر میں خود بادشاہ ہے اور اس کی ملکیت مطلقہ یا حاکمیت مطلقہ DOMINIUM کی اصطلاح میں پیش کرتے تھے اور پھر اس DOMINIUM کی دو صورتیں DIRECTUM DOMINIUM (حق نگرانی) اور DIRECTIUM UTILE (حق تمتع) بیان کر کے ملکیت و اقتدار کا بابت علی کل نشی قدیر اور فعال نما یرید کا خود ساختہ منصب حاصل کر کے فرعونیت اور قارونیت پر مبنی نظام حکومت قائم کر لیتے تھے۔ انسانیت اس ابلیسی نظام کے ماتحت تعبد و مسکنت کا زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی۔

آپ نے خلافت راشدہ اور اسوہ حسنہ سید الانبیاء رحمۃ اللعالمین ﷺ کو انسانی زندگی کیلئے مکمل ضابطہ حیات بیان کر کے الادینی والاطینی نظریات کا راستہ مکمل طور پر مسدود کر دیا ہے، اس لئے اب ساری بحث کا نقطہ ماسکہ یہ ہے کہ بحالات موجودہ اس کو کسی طرح نافذ العمل کیا جائے۔ اگرچہ آپ کا سارا زور معاشی ناہمواریوں کے خاتمے پر ہے تاہم ان کیلئے نظام حکومت کے اندر بھی مکمل طور پر اسلامی انقلاب لائیک ضرورت ہے۔ آپ نے معاشی انصاف کو اولیت کا درجہ دیا ہے، اس لئے اس پہلو سے اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ زمینداری اور جاگیر داری کی موجودہ ظالمانہ شکل کو کیسے بدلا جائے، مزارعت کے بارے میں بھی کچھ عرض کرونگا مگر سردست اس ضمن میں اصولی نقطہ نگاہ پیش کرتا ہوں۔

مارچ ۱۹۵۰ء میں آل پاکستان مسلم لیگ ورکرز کنونشن میں ہم نے جاگیر داری اور سرمایہ داری کے متعلق ایک قرارداد پاس کی تھی جس کا تذکرہ اس موقع پر بیحد اہمیت رکھتا ہے۔ قرارداد یوں تھی:-

(۱) کنونشن کا یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ پاکستان میں جاگیرداری اور سرمایہ داری کی موجودہ خلاف اسلام شکل انگریزوں کے رائج کردہ ملکیت مطلقہ اور سودی کاروبار کے کافرانہ اصولوں سے پیدا ہوئی ہے۔

قیام پاکستان ایک سیاسی انقلاب تھا جس کی تکمیل ایک معاشی اور معاشرتی انقلاب کے بغیر ناممکن ہے۔ جاگیرداری اور سرمایہ داری دو الگ الگ مسائل نہیں بلکہ ایک ہی مسئلہ کے دو پہلو ہیں۔ مزارعین اور باریوں کی ظالمانہ بے دخلی اور کمیونسٹوں کی تخریبی سرگرمیوں کے باعث اس مسئلہ کے حل میں کوئی تاخیر مضر ثابت ہوگی۔ ”حل یہ ہے کہ شریعت اسلامی کی روشنی میں جلب و صرف دولت کے جائز وسائل متعین کر دیئے جائیں پھر بلا لحاظ جائیداد یا دولت کی نوعیت کے ایسی عدالتیں مقرر کی جائیں جن کے سامنے ہر پاکستانی یہ ثابت کرے کہ جس جائیداد یا مال پر وہ اسلامی ریاست کے قیام کے وقت سے قابض ہے وہ اس نے واقعی جائز ذرائع سے حاصل کی ہے۔

”اسی طرح آئندہ کیلئے کسب مال اور بذل حلال کی راہیں واضح کر دی جائیں“

”جس مال یا جائیداد کی بابت انفرادی استحقاق شرعاً ثابت نہ ہو اسے بحق سرکار ضبط کر لیا جائے۔“

”ان عدالتوں کے منصف ایک اخلاقی شرعی اور علمی امتحان مقابلہ کے بعد ایسی شرائط ملازمت پر مقرر کئے جائیں کہ ان کے ذاتی مفاد و مقدمات زیر سماعت سے مخلوط نہ ہوں نیز مشرقی پاکستان کے باشندے مغربی پاکستان میں مقرر ہوں۔ علی ہذا القیاس مغربی پاکستان کے مشرقی پاکستان میں (اب ایک صوبے کے دوسرے صوبے میں مقرر کئے جاسکتے ہیں)

”اس طرح سرکاری خزانہ میں جو زمین اور اسباب جمع ہوں اس سے ہر شہری کو خوراک

، پوشاک، رہائش، تعلیم، علاج، روزگار اور دیگر فطری حاجات کیلئے حسب استحقاق امداد دی جائے۔“

(ب) یہ اجلاس مزید قرار دیتا ہے کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری کا خاتمہ صرف ملکیت کے حدود

تعیین کرنے سے ممکن نہیں۔ سابق حقوق مالکانہ کی تعیین کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ مزارع و مزدور اور مالک کا

رخانہ یا مالک زمین کے باہمی معاہدات کی حدود بھی شرعی قوانین کے مطابق مقرر کی جائیں۔ پاکستان میں

مساوات محمدی کا زریں عبد اس طرح قائم کیا جاسکتا ہے!

(ج) قوانین کی نظر ثانی میں حسب ذیل بنیادی اصول مد نظر رکھے جائیں۔

1۔ اسلامی اخوت کے اصول کے ماتحت مزارع یا مزدور اور مالک اراضی و کارخانہ کی انسانی حیثیت میں کوئی فرق نہیں۔ آج مزدور یا مزارع جن نفسیاتی اور معاشرتی تصورات کی بنا پر خود اپنے آپ کو پست ماننے پر مجبور ہیں۔ ایسے تصورات پیدا کرنے والے اسباب ان کا معیار زندگی بلند کر کے اور عامۃ المسلمین میں عام تعلیم سے دور کئے جائیں۔

II۔ مزارعین کی غیر منصفانہ بے دخلی کی ممانعت۔ ان کے اور انکی اولاد کے باہمی معاہدات میں مزدور یا مزارع کو مالک کے ساتھ مساوی آزادی سے شرائط ملازمت طے کر نیکا موقع ملے۔ ان کے خلاف جبر و استبداد اور مظالم کا تدارک کیا جائے۔

III۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ مزارعین کی نامنصفانہ بے دخلی فوراً روک دی جائے۔ اسی کنونشن میں قرارداد ”کفالت عامہ“ بھی بدیں الفاظ منظور کی گئی۔

”یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ مملکت کے ہر شہری کیلئے روزگار، رہائش، خوراک پوشاک، تعلیم و تربیت اور طبی امداد کا اہتمام کر کے اسلامی نظریہ ربوبیت و ربانیت اور اخوت و مساوات کی فہم لفظوں میں لکھ کر اور اس طرح پاکستان کو غیر اسلامی فلسفوں کی جانب سے غریب و امیر کی برابری کے جھوٹے نعروں سے رواج پانے والی تخریبی تحریکوں سے محفوظ رکھے۔“

مزید برآں 1951ء میں پنجاب اسمبلی میں زرعی اصطلاحات کے بل پر تقریر کرتے ہوئے میں نے ”مختار الکونین“ اور ”بدائع الصنائع“ کے مندرجہ ذیل حوالوں سے کفالت عامہ کی اہمیت کو واضح کیا تھا۔

”اس میں (1) ترجمہ، یہ بات جان لینی چاہیے کہ انسان کی ضروریات زندگی میں تین چیزیں لازمی ہیں (مرد ہو یا عورت، سب اس میں برابر ہیں) اس لئے کہ زندگی کی بقا عبادت الہی کیلئے تو انائی اور بقائے نسل، ان تینوں امور سے ہی وابستہ ہیں۔ اس لیے امام یا خلیفہ کے ذمے واجب ہے کہ وہ ہر انسان کیلئے خواہ وہ دولت مند ہو یا غریب، امیر ہو یا فقیر مرد ہو یا عورت، اس کے حالات و ضروریات کے پیش نظر ان تینوں چیزوں کے حصول کیلئے ہر قسم کی آسانیاں بہم پہنچائی جائیں (تا کہ ہر شخص اپنا معاشرتی و معاشی حق پالے) اور وہ تین چیزیں یہ ہیں۔“

اول: کھانے پینے کی سہولت۔ دوم: لباس کی سہولت: خواہ وہ صوف کا ہو یا کتان اور سوت کا یا کسی بھی چیز کا

ہو۔ اسلیئے کہ یہ دونوں چیزیں انسان حیات کیلئے ضروری ہیں۔ سو ہم از رو جی زندگی کی سہولت سے اسلیئے کہ یہ
بچائے نسل کیلئے ضروری چیز ہے۔ (مختار الکوئین قصبی ۲۳۳)

(مصنف نے یہ کتاب اپنے دور کے بادشاہوں کے مظالم سے متاثر ہو کر لکھی ہے اور امور ملت کے

بارے میں یہ کتاب بے نظیر ہے۔)

(۲) اور بدائع الضائع میں نفقات کی بحث میں یہ تصریح موجود ہے کہ جس شخص کے ذمے کسی

غریب اور صاحب حاجت کی معاشی کفالت کو ضروری قرار دیا جائیگا تو اس کفالت میں یہ چند چیزیں لازمی اور
ضروری ہوں گی۔

(ترجمہ) ” اور اس کفیل پر واجب ہے کہ وہ صاحب حاجت کے کھانے پینے، لباس اور مکان کی

کفالت کرے اور حاجت مند اگر شیر خوار بچہ ہے تو اس کے دووہ پلانے کی۔ اس لئے کہ اس معاشی کفالت کا

وجوب، صاحب حاجت کی حاجت براری کیلئے ہے اور حاجت روائی میں یہ چیزیں ضروری اور لازمی ہیں اور

اگر صاحب حاجت اپنی اہم ضروریات کی بنا پر کسی خادم کا محتاج ہے تو اس خادم کا نفقہ بھی کفیل کے ذمے واجب

ہے۔

آپ نے اس مفصل مراسلہ میں کفالت عامہ پر جو زور دیا ہے اس کیلئے کتاب و سنت سے کئی حوالے

دیئے جاسکتے ہیں۔ درج ذیل آیات میں واضح ہوتا ہے کہ رزاق مطلق نے جو کچھ دیا ہے ہمیں ہر پہلو سے اسی کا

قانون جاری و ساری ہے۔

(۱) و مما رزقنہم ینفقون۔ ترجمہ ”اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔“

۱۱

(۲) وجعلنا لکم فیہا معایش و من لستم لہ برازقین۔ ترجمہ ”اور تمہارے لیئے اس میں روزیاں کر دیں

اور وہ کر دیئے جن میں تم رزق نہیں دیتے (اللہ دیتا ہے)“

(۳) هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ ترجمہ ”وہی ہے جس نے تمہارے لیئے بنایا جو کچھ

زمین میں ہے۔“

حق زمین راجز متاع مانگتے ہیں اس متاع بے بہا مفت است و مفت

(۴) وجعل فیہا، رواسی فوتہا و بارک فیہا و قدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواء للسانلین۔ ترجمہ ”اور اس میں یعنی زمین میں اوپر سے لنگر (یعنی پہاڑ) ڈالے اور اسمیں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں۔ یہ سب ملا کر چار دن میں۔۔۔۔۔ برابر ہیں حاجت مندوں کیلئے“

(۵) واللہ فضل بعضکم علی بعضکم فی الرزق فما الزین فضلوا ابرادی رزقہم علی ما ملکتم ایمانہم فہم فیہ سواء۔ افینعمت اللہ یجعدون۔ ترجمہ ”اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔ پھر ایسا نہیں ہوتا کہ جن کو زیادہ روزی دی گئی ہے وہ اپنی روزی کو اپنے زیر دستوں پر لوٹادیں حالانکہ اس روزی میں وہ سب کے سب برابر کے حق دار ہیں۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے صریح منکر نہیں ہو رہے۔“

II (۱) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جس شخص کے پاس قوت، طاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیے کہ یہ فاضل سامان کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس سامان خورد و نوش حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ یہ فاضل سامان نادار اور حاجت مندوں کو دے دے اور حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اس طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یقین کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو زائد پر کوئی حق نہیں۔“

(۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء اور مہاجرین میں بانٹ دیتا۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اسی قسم کا ایک واقعہ لکھا ہے جہاں سیدنا فاروق اعظمؓ نے ایک نادار شخص کے ورثاء کو بلا کر اس کی کفالت پر مجبور کر دیا اور فرمایا اگر تم بطیب خاطر اپنے بھائی کی کفالت نہ کرو گے تو میں جبراً وصول کر کے حاجت مندوں میں تقسیم کر دوں گا۔

(۳) حضرت ابو عبیدہؓ اور تین سو صحابہؓ سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک موقع پر ان کا سامان خورد و نوش قریب الاختتام ہوا تو ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ حاضر کرے۔ پھر سب کو

یک جامع کر کے ان میں برابر تقسیم کر دیا اور یوں ان کو قوت الایموت کا سامان فراہم کیا۔^{۱۰}
۴۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔

پس اگر وہ بھوکے ننگے، مصائب میں مبتلا ہوں گے تو محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اور اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے باز برس کرے گا اور ان کی کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔

(ما سلکم فی سفر . قالو الم نک من المصلین و لم نک نطعم المسکین) ۱۱
یہ اور اس قسم کی دوسری آیات اور احادیث کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے صاحب محلّی یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں:- ”اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فے سے (بیت المال کی آمدنی سے) ان غرباء کی معاشی کفالت پوری نہ ہوتی ہو تو سلطان (امیر) ان ارباب دولت کو اس کفالت کیلئے مجبور کر سکتا ہے یعنی ان کے مال سے لیکر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے اور ان کی زندگی کے اسباب کیلئے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی فوری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کیلئے، گرمی اور سردی دونوں کے لحاظ سے لباس میسر ہو اور رہنے سہنے کیلئے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر بحث کرتے ہوئے ابن حزم لکھتے ہیں ”اس بات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اگر کوئی بھوکا، ننگا یا ضروریات ربائش سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے اور اگر ارباب ثروت ایسے عادل نظام کو منظور نہ کریں اور اسپر عمل پیرا نہ ہوں تو امیر کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے اجتماعی معاشی نظام کے مطابق ارباب ثروت کو مجبور کرے اور اگر بیت المال میں مال کافی نہ ہو اور اس سے بھی قلم و خلافت میں محروم المعیشت انسان باقی رہ جائیں، تو اہل دولت کے سرمائے سے حاصل کر کے ”حق معیشت کی مساوات“ کو بروئے کار لائے۔ خواہ وہ اہل معیشت اپنے مال میں سے تمام ”عائد شدہ مالی حقوق و فرائض ادا کر چکے ہوں۔“

جہاں تک میں نے کتاب و سنت کا مطالعہ کیا ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ناگزیر وجوہات کو

چھوڑ کر جو مال جمع کیا جائے اسے اپنے پاس جمع رکھنے کیلئے کوئی اخلاقی جواز نظر نہیں آتا۔ یسنلو ننگ ملانا
 ینفقون قل العفو کی روح یہی ہے کہ ناگزیر ضروریاتِ زندگی سے زائد مال اللہ کی راہ میں صرف کر دیا
 جائے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے اس کی روح کو یوں پیش کیا ہے

بامسلمان گفت جاں بر کف بندہ بر چہ از نہ حاجت فزوں داری بدہ

اور اس کے ساتھ ان خلقکم و بعثکم کنفس واحده اور مشہور حدیث الخلق عیال اللہ
 سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں کوئی حاجت مند باقی نہ رہے۔

حضور ﷺ کو اس دعا اللہم انی اسئلك فعل الخیرات و ترک المنکرات و حب
 المساکین الخ... اللہم احینی مسکینا و ایاکم مسکینا اور اباکم و صفاء کم انکم
 ترزقون و تنصرون بضعفاء کم کا عملی نتیجہ یہی نکلتا ہے

کسی دریں جا سائل و محروم انیست

عبد و مولا حاکم و محکوم نیست

دودہ آدم، کنفس واحده

اور سہ آب و نان ما است از یک ماندہ

آج کل کے معاشرے میں مالی ترجیحات اور ملازمت میں مراتب کا غیر معقول فرق و امتیاز
 مساواتِ محمدیؐ کی روح کو کچل کے رکھ دیتا ہے۔ کیونست ”کام کے مطابق معاوضہ“ کے علمبردار ہیں اور اسلام
 ضرورت کے مطابق معاوضہ“ کا اصول پیش کرتا ہے! حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے دور خلافت میں
 مساوات ہی کو ”اسوہ“ بنایا۔ بعض مسلمانوں نے عرض کیا: ”یا خلیفۃ الرسول ﷺ! آپ نے اس تقسیم میں
 سب کو برابر کر دیا۔ کاش آپ اہل سوابق و قدم کو فضیلت دیکر زیادہ دیتے۔“ اسپر حضرت صدیق اکبرؓ نے
 فرمایا: ”تم نے جو اہل سبقت، قدم اور اہل فضیلت کی سبقت اسلام اور فضیلت کا ذکر کیا ہے، یہ تو مجھے تم سے
 زیادہ معلوم ہے، مگر وہ تو ایسی چیز ہے جس کا ثواب اللہ جل ثناء کے پاس ہے اور یہ معاش کا معاملہ ہے۔ اس
 میں ترجیح کے مقابلہ میں مساوات ہی بہتر ہے۔“

علیٰ ہذا القیاس سیدنا فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا: ”اگر میں آئندہ سال وظائف کے دنوں میں

زندہ رہ گیا تو سابقوں الاولون اور بعد میں آئیوالوں کو باہم ملا دوں گا اور عطایا و وظائف میں سب کو مساوی

دوں گا۔“

مزید برآں آپ کے یہ ارشاد لو استقبلت من امری ما استدبرت لا خذت فضول مال الاغنياء

فسمتها على فقراء المهاجرين ﷺ

(میری خلافت کا جو وقت گزر چکا ہے اگر وہ واپس آسکتا تو میں دولت مندوں کے تمام فالتو مال پر قبضہ کر لیتا اور اسے مفلس مہاجرین پر تقسیم کر دیتا) سے کفالت عامہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

اگر آپ غور کریں تو اپنی ضروریات اور اپنی اہل و عیال کی حاجاتِ اصلیہ اور مالی فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد جو بچے اسے اگرچہ ”قانونی طور پر پس انداز کرنے کی ممانعت نہیں، مگر بھوکے، ننگے محتاجوں کی موجودگی میں اس کیلئے کوئی اخلاقی جواز موجود نہیں اور اسے بنظر استحسان نہیں دیکھا جاسکتا۔ افضل و اولیٰ یہی ہے کہ اسے پس انداز کرنے کے بجائے حاجت مندوں میں بانٹ دیا جائے۔

والذین یکنزون الذہب والفضة الخ کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اور بعض علماء اسلام مال جمع کر کے رکھنے کو حرام بتاتے ہیں۔

کان من مذهب ابی ذر تحريم ادخار الادانقة الاعیال وکان یفتی بذلت و یحسبہم

عیہ یا مرہم بہ ﷺ

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ کا مذہب یہ تھا کہ اہل و عیال کے نفقہ سے زیادہ روپیہ جمع رکھنا حرام ہے۔ وہ اسی کا فتویٰ دیتے، اسی کی تبلیغ کرتے اور اسی کا سب کو حکم دیتے تھے۔ فی اموالہم حق السائل والمحرور ہے۔ بعد جمع کرنے کے حق میں کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ قرآن کریم نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ جو مال دار محتاجوں اور مسکینوں کی ضروریات پوری نہیں کرتا، اسکے لئے یہ چیلنج موجود ہے:

قرآن کی وعید:۔ (۱) وذرنی ولمکذبین اولی النعمة، مهلم قليلاً وان الدين انکلا و جحیما وطعما ذاغصة و عذاباً علیماً ﷻ

ترجمہ: ”اور مجھ پر چھوڑوان جھٹلانے والے مالداروں کو۔ اور انہیں بہت مہلت دو بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔“

(۲) سورة الفجر کی مندرجہ ذیل کی آیات: کلاب لا تکرمون یتیم ولا تخاذون الا طعام

المسکین و تفلون تراث اقل لما و تحبون الجبال حبا جما و کلا اذ دکت الارض دکا
دکا و کلا

ترجمہ: ”یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو، ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے تو اس وقت کیا جواب دو گے۔“

(۳) انه کان لایؤمن بالله العظیم و لا یحضر علی طعام المسکین و لیس له

الیوم ههنا همیم و لا طعام الدمن غسلین و لا یا ککمہ الخاطنون و کلا

ترجمہ: ”بیشک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔ اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا، تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں، اور نہ کچھ کھانے کو، مگر دو ذخیوں کا پیپ، اسے نہ کھائیں مگر خنجر کا۔“

(۴) فلا اقتهم العقبه و ما ادرك ما العقبه و فک رقبه و او طعام فی یوم ذی

مسقبة و یتما ذا مقربة و او مسکینا ذا مستربة و کلا

ترجمہ ”پھر بے تامل گھائی میں نہ کودا، اور تو نے کیا جانا وہ گھائی کیا ہے، کسی بندے کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا دینا، رشتہ دار اور یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو۔“

(۵) فلما احسو اباسنا اذاهم منها یر کضون و لا تر کضو او ارجعو الی ما اترقم

فیہ و مساکنکم و لعلکم تسئلون و کلا

ترجمہ:۔ جب انہوں نے اس تباہی کو اپنے سامنے محسوس شکل میں دیکھا تو وہ اس سے بھاگنے لگے

لیکن ہمارے فرشتوں نے لکار کر پکارا اور کہا یہیں ٹھہرے رہو۔ اب تم کہاں بھاگ کر جا سکتے ہو۔ تم نے جو

دوسروں کی کمائی سے سامان عیش فراہم کر رکھا تھا اور ایسے ایسے سرفلک محلات تعمیر کر رکھے تھے، تاکہ تم سے

پوچھا جائے کہ تم نے یہ کچھ کہاں سے لیا تھا اور تمہیں کہاں سے حق پہنچتا تھا کہ دوسروں کی کمائی پر عیش اڑاؤ۔“

(۱۰) فاما من اعطی و اتقی و صدق بالحسنى و فسلسیره للیسری و اما من
 بخل و استغنی و کذب بالحسنى و فسلسیره، للیسری و ما یغنی عنه مالہ اذا تردی ۲۵۰
 ترجمہ: ”تو وہ جس نے اپنا مال راہِ خدا میں دیا، اور پرہیزگاری کی (ممنوعات و محرمات سے بچا) اور
 سب سے اچھی یعنی ملتِ اسلام کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے (جنت میں داخل کریں
 گے) اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا اور سب سے اچھی کو (یعنی ملتِ اسلام کو) جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے
 دشواری (یعنی جہنم) مہیا کر دیں گے اور اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔ جب ہلاکت (یعنی جہنم) میں پڑے
 گا۔

ان آیات میں قرآن کی انقلابی روح جلوہ گر ہے اور اسلامی نظامِ معشیت کے ہر پہلو کو واضح کر دیا
 گیا ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کو تعلیماتِ قرآنی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

دل بایات میں دیگر بند	تا بغیر عصر نور اور کند
داستانِ بہنہ شستی باب باب	فکر راروشن کن ازام کتاب
بامسلمان گفت جاں بر کف بندہ	ہرچہ از حاجت فزوں داری بدہ
بیچ خیر از مردک ز رکش مجو	لن تنالوا البر حتی تمفقوا
جز بقرآن نصیغی رو باہی است	فقر قرآن اصل شایبناہی است
آں کتاب زندہ قرآن حکیم	حکمت اولایزال است و قدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات	بے ثبات از قوتش گیر دثبات
نوع انسان را پیام آخریں	حامل اور حمتہ للعالمین
رہزناں از حفظ اور ہبر شدند	از کتاب صاحب دفتر شدند
گر تو میخوانی مسلمان زیستن	نیست ممکن جز بقرآن زیستن

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ قرآن پاک میں بار بار مسکین اور حاجت مند و انسانوں کی خود خدانے
 وکالت کی ہے اور ایک لحاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سرمایہ داری کے لئے مہوت ہے۔

چیت قرآن خولہ را پیغام مرگ و شکلیہ بندہ بے ساز و برگ

بلکہ روح قرآن تو یہ ہے کہ کونسی کائنات نہ رہے

کسی نباشد اور جہاں محتاج اس نکتہ شرع میں اس است و بس

اس روح قرآنی کی مزید وضاحت شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں جسد واحد کی مثال دیکر افراد امت کو ایک دوسرے کیلئے ایثار، اخوت، اخلاص، اعتماد اور سراپا وفا بن جانے میں فرمائی ہے۔

(۱) المومنون کرجل واحد اذا اشتكى عينه اشتكى كله وان اشتكى راسه اشتكى كله۔
ترجمہ: ”مومنوں کی جماعت ایک فرد واحد کی طرح ہے کہ جب اسکی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام کا تمام تکلیف میں ہوتا ہے اور جب اس کا سر دکھتا ہے تو تمام جسم تکلیف ہوتا ہے۔“

(۲) تراعو منون الذین فی تراحمهم و توادهم و تعاطعہم کمثل الجسد، اذا

اشتكى عضو تراعى سائر الجسد یا لسهر و الحمى ۲۶

ترجمہ: ”تو دیکھے گا کہ مومن آپس کی محبت، ہمدردی اور مہربانی میں تن واحد کی طرح ہیں کہ جب اس

کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو تمام جسم بیداری اور بخار سے سراپا اجتماع بن جاتا ہے۔“

(۳) المومن للمومن بیان یشد بعضہ بعضاً ۲

ترجمہ: ”ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے جیسے دیواریں ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔“

آپ نے مزارعت کی حرمت پر زور دیا ہے۔ نبی پاک ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کے طرز

عمل کو دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مزارعت کی موجودہ شکل جس میں زمیندار اور جاگیردار ایک امر

مطلق ہے اور کاشتکار غلام ہے دام، کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ جن بزرگوں نے مزارعت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے

وہاں وہ کاشتکار اور زمیندار کے مابین اسے مضاربت کی سطح پر لے آتے ہیں بلکہ نفع و نقصان میں دونوں کی

شرکت اور ذمہ داری کو لازم گردانتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی زمیندار کو پابند کرتے ہیں کہ وہ ٹیکس ارضی

، آلات کاشتکاری اور بیلوں کی فراہمی اور موجودہ دور میں ٹریکٹر وغیرہ جدید مشینیں آلات کاشت و برداشت

فصل کا بار بھی مالک زمین پر ڈالتے ہیں۔

جہاں تک میرے نقطہ نگاہ کا تعلق ہے میں نے ”خلافت پاکستان“ کے منشور میں اس امر کی تصریح کر دی تھی کہ ۱۸۶۸ء کے بعد نہ تو عشر اور زکوٰۃ کی وصولی کا باضابطہ اہتمام کیا گیا ہے اور نہ سارے برصغیر میں وراثت شرعی پر عمل درآمد ہوا ہے اور اس فروگزاشت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر عشر زکوٰۃ کی وصولی کو ”موثر بہ ماضی“ (WITH RETROSPECTIVE EFFECT) کیا جائے تو نہ کوئی شخص ایک پائی کا مالک رہ جاتا ہے اور نہ ایک مرلے کا زمیندار۔ بہر حال جب زرعی اصلاحات کا ذکر چل پڑا ہے اور قانون وراثت پر بھی عمل درآمد شروع ہو چکا ہے تو وہ وقت قریب ہے جب مالک اور مزارع کا ٹٹنا ہی ختم ہو جائے گا۔

ارضِ موات کی بابت شرعی احکام پر عمل درآمد کیا جائے۔ اس وقت لاکھوں ایکڑ اراضی جو زمینداروں اور حکومت کے پاس غیر آباد پڑی ہے، بلا تاخیر آباد کرنے والے کی ملکیت بن سکتی ہے۔ من اجی ارضاً متیجا جہی لہ (جو کسی غیر آباد زمین کو آباد کریگا، اس کی ہوگی) کی بنا پر علامہ مقدسی نے المعنی میں تمام آئمہ اسلام کا اجماع نقل کیا ہے۔ ہذا اجماع عامۃ الفقہاء المصارعان الموات علیک بالاحیاء۔ فقہائے امصار کا اس امر پر اتفاق ہے کہ احیاء کی وجہ سے زمین آباد کر نیوالے کی ملک بن جائیگی۔ یہی امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ من احی الارض الموات فہی لہ کوہ نظر رکھ کر علماء نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ اجازت قیام قیامت تک نافذ رہیگی اور موات اراضی کو آباد کر کے اپنی ملک بنا لینے میں مسلم اور ذمی اور غیر مسلم رعایا میں کوئی فرق نہیں ہے امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ قاضی ابو یوسف ”کتاب الخراج“ رقمطراز ہیں: جنگل نیستاں ہو یا تری کا علاقہ ہو یا خشکی کا، اگر کسی خاص انسان کی ملک میں نہیں ہے تو محنت مشقت کر کے جس شخص نے اسے ہموار کیا اور آباد کیا تو اس کا وہی مالک ہو جائیگا۔ جیسے موات اراضی کا حال ہے۔ علاوہ ازیں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت طحاوی میں موجود ہے کہ ”رسولؐ کے زمانے میں بعض لوگوں کے پاس زائد از ضرورت زمینیں تھیں۔ عموماً نصف یا چوتھائی پر اپنی زمینوں کا معاملہ کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے پاس زمین ہو اور اس میں وہ خود کاشت کرے ورنہ پھر اپنے بھائی کو دے دے۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو اپنے پاس سنبھال رکھے۔“ (اللہ اس سے خود نمٹ لے گا)

مزارعہ کی بحث تو وہاں ہوگی جہاں زمین کی حیثیت عشری ہو یا خرابی، مگر برصغیر پاک و ہند کی اراضی کی حیثیت اس سے بالکل جدا ہے۔ دور مغلیہ میں زمیندار کی حیثیت ”سرکاری ایجنٹ“ کی تھی۔ مغل بادشاہ

ہمارے ملک کی اراضی خود اپنے کنٹرول میں رکھتے تھے۔ کبھی ضبط کر لیتے تھے۔ اور کبھی اراضی کا تبادلہ کر دیتے۔ خاندان مغلیہ کے آخری دور میں مغل تاجدار شاہ عالم اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے جو معاملات اور معاہدات طے ہوئے ان میں بھی ملکیت مغلوں کی تسلیم کی گئی اور زمیندار کو حکومت اور کاشتکار کے درمیان ایجنٹ کی حیثیت حاصل تھی۔ جب ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو اراضی بند کے بارے میں علماء کی جماعت نے قرارداد کیا کہ اب جب اس امر کی تعیین نہیں ہو سکتی کہ زمینوں کی حیثیت کیا ہے اور جس خریدار کو معلوم نہ ہو کہ اس زمین کی اصل حیثیت کیا ہے اس کی مملو کہہ ہی سمجھی جائے گی اور جس کو یقین ہو کہ اب بھی اسی حیثیت میں ہے جو سلطنت مغلیہ میں تھی تو اس کا معاملہ جدا ہوگا۔ پہلی کانہ عشر واجب ہوگا نہ خزانہ اور دوسری قسم پر عشر واجب ہوگا۔

۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی میں زرعی اصلاحات پر بحث کرتے ہوئے میں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتویٰ کی روشنی میں ثابت کیا تھا کہ اراضی ہند نہ عشری ہے نہ خراجی بلکہ ارض حوزہ کی ذیل میں آتی ہے فتاویٰ عزیزی کی متعلقہ عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

”اور حضرت شیخ جلال تھانیسروی قدس اللہ سرہ نے ایک رسالہ اراضی ہند کے احکام کے بارے میں لکھا ہے اور اس میں انہوں نے اس مذہب کو کہ ”ہندوستان کی زمین زمینداروں کی ملک ہے۔ بہت سے دلائل اور شواہد کے ذریعے باطل قرار دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ہندوستان کی اراضی آج بھی بدستور عراق کی اراضی کی طرح عامۃ المسلمین کیلئے وقف ہے۔ کسی شخص کی ملکیت نہیں اور نہ زمینداروں کی ملکیت ہے۔ زمینداروں کا چوبدری اور نگران ہونے سے زیادہ کوئی دخل نہیں۔“ ۲۸

فارسی متن درج ذیل ہے۔

”حضرت شیخ جلال تھانیسروی قدس اللہ سرہ العزیز رسالہ در احکام اراضی ہند قلمی و فرمودہ اند در اس رسالہ میں مذہب رایشواہد و دلائل بسیار ابطال فرمودہ، تحقیق فرمودہ اند کہ اراضی ہند بدستور اراضی سواد عراق موقوف بر ملک عامۃ المسلمین ہے تخصیص اس یعنی در ملک بیت المال است و زمینداران را بیش از قیمت بودن دخلے نیست“ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۳۱ مطبع مجبائی۔

قاضی محمد اعلیٰ تھانیسروی نے اس بارے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور انہوں نے شیخ جلال ہی کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ شیخ جلال تھانیسروی نے اس رسالے میں یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ ہندوستان کی زمین

ابتدائے فتح میں عراق کی طرح (جو حضرت عمر کے زمانے میں فتح ہوا تھا) ”بیت المال“ ہی کی ملکیت ہے اور زمینداروں کی اس کے سوا کوئی اور راضی کے متولی اور داروغہ ہیں اور کاشتکاروں کو تلاش کرنے، زمین دینے اور زراعت میں امانت بھیم پہنچانے اور اس ذمہ داری کی تردید میں رہنے کے اور ذمہ داری کی تردید کوئی حق حاصل نہیں ہے اور نہ ان کی ملکیت کا کوئی دخل ہے۔ چونکہ لفظ زمیندار بھی اسی کی خبر دیتا ہے اور زمینداری میں تغیر و تبدل اور عزل و نصب اور بعض کا اخراج اور بعض کیلئے اثبات مثلاً افغان، بلوچ، سادات، مشائخ وغیرہ کو زمینداری کے اصول پر زمین دینا اس دعویٰ کی صریح تائید کرتے ہیں اور مولانا قاضی محمد اعلیٰ نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے یہ اراضی ”بند نہ عشری“ ہے نہ خراجی، بلکہ اراضی حوزہ ہیں یعنی بیت المال اور حکومت کی ملکیت ہیں، شخصی ملکیت نہیں ہیں۔

اس فتویٰ کے بعد موجودہ زرعی اصلاحات اور بقا ضائے حالات مزید انقلابی اصلاحات کیلئے قانونی جواز موجود ہے۔ البتہ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ خود مزارعین میں قانون وراثت کی وجہ سے ایک ایسا وقت آئیگا جب زمین پرزے پرزے ہو جائے گی اور اس طرح زرعی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ احتیاطاً ہمیں زرعی یونٹ کی حد مقرر کرنا ہوگی، چاہے وہ پچیس ایکڑ ہو یا بارہ ایکڑ۔ ماضی قریب کا تجربہ بتاتا ہے کہ زرعی اصلاحات سے جہاں محنت کش کاشتکاروں کو فائدہ پہنچا، وہاں زرعی پیداوار میں زبردستی کمی آگئی۔ اس کا مداوا یہ ہے کہ حکومت ایسے مزارعین کی مدد کرے جو اپنے مالی وسائل اور ذرائع کی بنا پر زمین کو ترقی نہیں دے سکتے۔ آپ نے یہ صحیح فرمایا ہے کہ ”ظالم جاگیرداروں، شقی القلب سرمایہ داروں معاشرے کے دشمنوں، غیاشوں، بد معاشوں، مترفین، ظالمین اور بے عمل شریعت فروشوں کے خلاف مصروف جہاد رہا ہوں اور مجھے غریبوں کی مشکلات کا احساس ہے“۔ میرے بزرگوں نے اپنی اراضی خود آباد کی تھی اور اس کی ترقی میں پوری دلچسپی لیتے رہے۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ بقول آپ کے یہاں کا غریب انسان مظلوم اور آفت زدہ ہے۔ دیہاتوں میں استحصال پسندوں نے بے پناہ ظلم ڈھائے ہیں۔ قیام پاکستان سے لیکر آج تک کسی نے مجبور اور مظلوم کاشتکاروں کی طرف توجہ نہیں دی۔ ۱۹۷۱ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے بعد جمہوریت اور مذہب کے علمبرداروں نے اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت دیا اور گھنیا مفادات کی خاطر قوم کی قربانیوں کو رائیگن جانے دیا، مگر ہمیں اتنا تو انصاف کریں کی جو لوگ ان استحصال پسندوں کے خلاف نبرد آزما رہے، نامزد وزارتوں کے

پہرے میں نہ پڑے اور جمہوریت کی بھائی کیلئے کوشاں رہے اور ہر مقام پر اپنی بساط سے بڑھکر اسلام کی اعلیٰ وارثیت
 قدر حیات کیلئے مصروف جہاد رہے، ان کو استحصال پسندوں کے ساتھ ایک اٹھی سے بانٹنا انصافی ہے۔
 آپ نے ایک مصیبت زدہ، مفلوک الحال انسان کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ آپ کی مومنانہ بصیرت کے
 ساتھ ساتھ بے مثال انسانی ہمدردی اور مواخات کی دلیل ہے اور یہ بالکل صحیح صورت حال ہے کہ استحصال
 پسندوں نے جہاں عوام کا استحصال کیا، وہاں اسلام کو بھی تختہ مشق بنا چکے ہیں۔ اس کی ساری قباحتوں کا علاج
 صرف معاشی مسئلے کا حل نہیں بلکہ نظام حکومت کے اندر بھی انقلابی تبدیلیاں لانا ہوں گی۔

كاد الفقرا ن يكون كفرا اور الفقر سوا الوجه في الدارين میں فقر و فاقہ کے تباہ کن
 اثبات کو مد نظر رکھ کر حضور ﷺ نے یہ دعا سکھائی: اقض عن الدين واغنى من الفقر (مجھ سے میرے قرض کے
 بار کو اتروائیے اور محتاجی سے مجھے بے نیاز کیجیے) جس حدیث میں حضور نے اپنے مالک و خالق رزاق مطلق کی
 زبان کھلوایا:

”اے ابن آدم! میں نے تم سے کھانا مانگا، تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ کہے گا مالک، میں آپ کو کیسے کھلا سکتا
 ہوں، آپ تو سارے جہاں کے پالنہار ہیں۔ تب رب العلمین فرمایا گا تجھے کیا اس کی خبر نہ تھی کہ میرے فلاں
 بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا، تو نے اسے نہ کھلایا اور اسی طرح علاج، لباس وغیرہ کی بابت بھی اپنے رب
 کی زبانی تاکید کی گئی۔

ان حالات میں نظام حکومت کا نقشہ بدلنا، خلافت راشدہ اور خود شاری علیہ اسلام کی حیات طیبہ کو
 سامنے رکھنا ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے میدے کی روٹی اس لیے چھوڑی تھی کہ سب کو میسر نہ تھی اور فرماتے تھے میں بہت ہی
 بُرا حاکم ہوں گا اچھا اچھا تو خود کھاؤں اور اوگوں کو خراب خستہ چیزیں کھلاؤں، قحط والے سال میں آپ کا طرز
 عمل ساری دنیا کے سامنے ہے کہ جب ایسی غذا جو اچھی طرح ہضم نہ ہوتی تھی اور پیٹ پھولتا تھا تو اپنے پیٹ پر
 ہاتھ رکھتے ہوئے فرماتے ”تیرا جی چاہے تو گڑ گڑا، تیرا جی چاہے تو نہ گڑ گڑا مگر تیرے لیے میرے پاس سالن
 اس وقت تک نہیں جب تک قحط کی مصیبت مسلمانوں کے سر سے نل نہ جائے“۔ ۲۹

حصص کے گورنر نے جب بالا خانہ بنوایا اور اس پر رہنے لگے تو حضرت عمرؓ نے بلا کر ڈانٹا اور

پوچھا: ”تم نے بالا خانہ بنوایا ہے اور عام مسلمانوں، بیواؤں، یتیموں پر بلندی حاصل کی ہے“ اس لیے گرا دیا گیا۔ ۳۰

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ امیر اور خلیفہ ہیں، آپ کُرتے میں پیوند کیوں لگاتے ہیں، آپ نے جواب دیا اس سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور مسلمان اس کو نمونہ بنا سکتے ہیں۔ ۳۱

آپ نے یہ بھی فرمایا: ”دنیا سے تیرے لیے یہ کافی ہے جس سے تیرا جھوکا ہو، رہتا پویشی اور انہی کے ساتھ ایسی چیزیں جائے جس کے سائے میں نہ کس تم کا چھوٹا پن ہو، اس کے ماتھو سے تیرا بھی مل جائے تو پھر کیا کہنے۔ ۳۲

یہ سب اس لیے تھا کہ خلفائے راشدین صحابہ و مشہور حدیث و بروقت سامنے رکھتے تھے ”بندے اس وقت تک اپنی ناقوں پہ ہڑے رہیں گے جب تک ان سے محاسبہ اور مواخذہ نہ ہو جائے۔ ان سے یہ بھی پوچھا جائیگا کہ یہ مال تم نے کن ذرائع سے حاصل کیا اور کیسے خرچ کیا۔“

اپنے گورنروں کو بھی بروقت اس جانب متوجہ کرتے رہتے تھے حسن کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک خط لکھا جس میں مذکور تھا: ”بما شہد رعایا کے اعمال اس وقت تک امیر کی طرف راجع رہیں گے جب تک امیر خدا کی طرف رجوع کرتا رہے اور نیابت الہی کی ذمہ داریوں کو ادا کرتا رہے گا“ ۳۳

اس معاشرے میں اس کا واضح اعلان لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق لا طاعة عن لم يطیع الله کے ارشادات میں موجود ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ یہ فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہو جائیں جو نہ آپ کی سنت پر عمل کرتے اور نہ آپ کے ارشادات کی پروا کرتے ہوں، ان کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ”جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا مخلوق پر اسکی اطاعت نہیں رہتی“ ۳۴

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ”چند کلمات ہیں جن میں حق کہا گیا ہے۔ فرمانے لگے امام پر واجب ہے کہ قرآن عزیز کے مطابق فیصلے دے اور امانت کو شعار بنائے۔ پس اگر اس نے ایسا کر لیا تو لوگوں پر واجب

ہے اس کی سنیں اور اطاعت کریں اور اگر کسی امر کے متعلق وہ لوگوں کو بائے تو اسے قبول کریں ورنہ نہیں۔
رسول ﷺ نے فرمایا: ”میرنی امت میں سے اگر کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا وائی بنا اور اس
نے ان کے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح وہ اپنے اہل و عیال کی کرتا ہے تو جنت کی بو بھی نہ پا
سکے گا“ ۳۵

سیدنا صدیق اکبرؓ نے سر پر خلافت متمکن ہونے کے بعد جو خطبہ دیا اور جس کا ذکر آج کل کے
سمران بھی اکثر کیا کرتے ہیں، وہ ہمارے نظام حکومت کیلئے ایک واضح نشان راہ اور مینارہ نور ہے۔ آپ نے
فرمایا: میں تمہارا امیر بنا، یا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ (یعنی مجھے تم پر کوئی قانونی ترجیح نہیں
ہے) قرآن عزیز نازل ہوا اور نبی ﷺ نے اپنی سنت کو بیان فرمایا: ہم نے سیکھا اور عمل کیا۔ انہی کے مطابق
میرا اعلان ہے بلاشبہ تمہارے زبردست میرے لئے اس وقت تک کمزور ہیں جب تک میں ان سے واجب شدہ
حقوق نہ لے لوں اور تمہارے زبردست اس وقت تک زبردست ہیں جب تک ان کا حق نہ دلا دوں۔

اے لوگو! میں احکام الہی کا پابند ہوں، کسی بدعت کا موجد نہیں ہوں۔ پس اگر میں نیکی کی زندگی
اختیار کروں، کتاب و سنت کے مطابق حکم دوں تو میری اتباع کرو اور میری مدد کرو“ ۳۶

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں: صحیح معنوں میں خلیفہ وہی ہے جو کتاب اللہ یعنی قرآن کے
مطابق فیصلے کرے اور رعیت پر اس طرح شفقت کرے جس طرح اہل و عیال پر شفقت کرتا ہے ۳۷
اسلامی حکومت کے اندر اہل اسلام کا مشورہ نہایت ہی اہمیت رکھتا ہے اسلئے رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: ”بغیر مشورے کے خلافت کا تصور ہی نہیں“۔

خود نبی اکرم ﷺ کو جن کی برادرا اللہ تعالیٰ کی رضا، قضا اور منشا کے مطابق ہے، حکم دیا گیا ہے:
و مشاور ہم فی الامر۔ امور سلطنت میں مشورہ لے لیا کریں۔ امت محمدیہ کی امتیازی شان یہ بتائی گئی ہے: و امر ہم
شوریٰ پنہم۔ ان کے امور سلطنت باہم مشورے سے طے ہوتے ہیں۔

بلکہ حضور ﷺ نے اسکی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”جب تمہارے امراء نیک ہوں
گے، دولت مند بنی رہیں گے اور امور سلطنت باہم مشورے سے طے کرو گے تو روئے زمین کی سلطنت تمہیں
سزاوار ہے، لیکن جب تمہارے امرا اثر پر نفس اور بد باطن ہو جائیں گے، دولت مند بنجیل اور خسیس ہو جائیں گے،

اور امور سلطنت میں فسق و فحشاء آجائے گا تو تمہارے لیے قبر بہتر ہے بجائے اس کے کہ تم حکومت کرو۔
 یہ سب آیات اور احادیث امت محمد ﷺ کے سیاسی مزاج کو واضح کرتی ہیں۔ حضور ﷺ نے
 اہم امور میں بار بار شوری طلب کیں۔ حتیٰ کہ حضور نے اپنے بالکل ذاتی اور نجی معاملہ واقعہ انک کے متعلق بھی
 مجلس شوری کا اجلاس طلب کیا۔ مجلس شوری کارکن کون ہو سکتا ہے، اس کی صفات کیا ہیں، یہ ایک علیحدہ مضمون کا
 متقاضی ہے۔

حضور ﷺ کے دور اقدس میں اصحاب بدر، انصار اور مہاجرین سب اسمیں شامل تھے۔ شوری
 خاص اور شوری عام کے الگ الگ معیار ہیں۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ امت محمدیہ کے تمام امور باہم مشورے سے
 طے ہوتے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم نے اراضی عراق کی بابت شوری طلب کی اور فرمایا ”میں نے تم کو خواہ مخواہ
 تکلیف نہیں دی بلکہ اسلئے جمع کیا ہے کہ آپ بھی میری اس امانت میں شریک ہوں جو ان امور سے متعلق ہے
 جس کا بوجھ میرے کاندھوں پر ڈالا ہے۔ بلاشبہ میں بھی تمہاری طرح ایک فرد ہوں (عقل کل نہیں ہوں) اور تم
 جو آج حق کا اعلان کرو گے، مجھے اس کی سخت ضرورت ہے جس کو مجھ سے اختلاف ہے وہ بلا خوف و خطر صاف
 صاف اپنی رائے ظاہر کرے اور جس کو اتفاق ہے، اتفاق ظاہر کرے۔ میں یہ برگز نہیں چاہتا کہ آپ میری
 رائے اور خواہش کی پیروی کریں، تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب (قرآن) موجود ہے۔ وہ حق
 کیلئے ناطق ہے۔ بخدا میں اگر کوئی بات کہتا ہوں تو میرا ارادہ اس گفتار میں حق کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔“

حضرت عمر فاروق اعظم نے ہر شہری میں حریت فکر کی روح پھونک دی تھی اور جب کبھی بڑے سے
 بڑے حاکم سے اس معاملے میں زیادتی ہوتی، فوراً اسکی جواب طلبی کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص
 نے ایک مصری قبطنی سے جھگڑتے ہوئے اسے کوڑا مارا تو سیدنا فاروق اعظم نے فوراً مواخذہ کیا اور فرمایا: متی
 استعبدتم الناس قد ولدتم امباہقتم احراراً۔ ۳۸

ترجمہ: ”تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔“ گورنر
 مصر نے عرض کی! ”امیر المؤمنین! مجھے اس واقعہ کی مطلق خبر نہیں ہوئی اور نہ یہ مصری میرے پاس آیا۔“ اس پر
 حکم دیا کہ قبطنی بدل لے۔ گورنر مصر نے کہا ”آپ ایسا نہ کریں ورنہ عالمین میں بددلی پیدا ہوگی۔ آئندہ کیلئے ہر شخص
 مطالبہ کریگا۔“ حضرت عمر نے فرمایا: الا اقیدہ منہ وقد رايت رسول اللہ ﷺ بقید من نفسه۔ تم فاستفد۔ ۳۹

ترجمہ: ”میں اس لئے اس سے بدلہ دلا کر انصاف نہ کروں۔ جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی ذات اقدس کو بدلہ کیلئے پیش فرمادیتے تھے۔ اے شخص کھڑا ہو اور بدلہ لے۔“

اس میں سیدنا عمر فاروقؓ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا جب غزوہ احد میں ایک صحابی حضرت سواد بن غزہ یہ نصف بندی کے موقع پر ذرا آگے کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ نے تیر کے اشارے سے فرمایا: استویا سواد۔ سواد اپنی لائن میں سیدھے کھڑے رہو۔ نادانستہ تیر کی نوک ان کے پیٹ میں لگ گئی۔ سواد فوراً کھڑے ہو گئے اور کہا ”یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف دی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و انصاف کیلئے مبعوث کیا ہے۔ پس آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ سے بدلہ لوں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اپنا بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا ”سواد، اپنا بدلہ ضرور لو“ سواد نے تیر ایک طرف رکھ دیا، اور فوراً آپ کے گلے سے چمٹ گئے اور بدن مبارک چوم لیا۔ ۴۰

خیال رہے یہ واقعہ عین میدان جنگ میں پیش آیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ایمر جنسی ہو سکتی ہے۔ جنگی ایمر جنسی میں بھی کسی انسان کے بنیادی حقوق نہ معطل ہوئے ہیں نہ منسوخ۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جو حضور ﷺ کی امت کو خیر الامم کے مقام پر فائز کرتی ہے۔ چونکہ ہم ایک اہم عوامی اہمیت کے مراسلے پر گفتگو کر رہے ہیں اس لئے یہاں مزید تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ معاشی انصاف کیلئے مسلمانوں کے امیر کو مسئولیت کا احساس ہو اور وہ اپنے آپ کو برآں، ہر لحظہ خدا کا ایک عاجز بندہ اور حضور ﷺ کا ادنیٰ خادم تصور کرے۔ معاشی انصاف، معاشرتی انصاف، سیاسی انصاف حتیٰ کہ زندگی کے ہر پہلو میں انصاف کی ضرورت ہے اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ اگر تبدیلی آئے تو ہمہ گیر تبدیلی آئے۔

بدلنا ہے تو مے بدلو نظام مے کشی بدلو

وگر نہ جام و مینا کے بدل جانے سے کیا ہوگا

اب آخر میں ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کی معاشرتی زندگی کا ایک مختصر نقشہ پیش کر

ویں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنی معاشی ضروریات کیلئے مجلس شوریٰ طلب کی اور ان سے سوال کیا کہ خلیفہ کیلئے بیت المال سے کس قدر لینا جائز ہے۔ اسپر بالاتفاق کہا: اس کو صرف اپنی ضروریات اور اپنے اہل و عیال

کی ضروریات کیلئے قوت لایموت لینا چاہیے جس میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہ ہونے پائے۔ اپنے لئیے اور اپنے عیال کے لیے سردی اور گرمی کے کپڑے، اور جہاد، روزانہ کی ضرورت، نماز، حج، عمرہ کیلئے دو سواری کے جانور اور شب و روز کیلئے ایک تمام آدمی کی خوراک اور مال غنیمت وغیرہ میں سب مسلمانوں کے برابر اس کا حصہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں“ ۲۲

یہ فیصلہ سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھ کو تمہارے مال (بیت المال) میں اتنا ہی حق ہے جس قدر یتیم کے متولی کو یتیم کے مال میں۔ اگر میں رفاہیت میں ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا۔ اگر حاجت مند ہوں گا تو دستور کے مطابق کھانے کیلئے لوں گا۔

آپؐ نے محتاجوں، مسکینوں، بیوگان، یتیمی حتیٰ کہ شیر خوار بچوں کی کفالت کا بندوبست کر دیا۔ خاص طور پر آپؐ نے اعلان فرمایا: جزیرہ العرب تو اپنی جگہ زبا، مین ساری مملکت حتیٰ کہ سارے عراق تک ایک مثالی کفالت عامہ کا نقشہ قائم کرونگا۔ اصل الفاظ یہ ہیں ”قسم بخدا، اگر میں زندہ رہا تو اہل عراق کی بیوگان کا ایسا بندوبست کر جاؤنگا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کے پاس حاجت مند بنکر پیش نہ ہوگی۔“ ۲۳

مسئولیت کا احساس اس قدر شدید تھا کہ ایک بار آپؐ نے فرمایا ”اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتابھی بھوکا رہ گیا تو خدا مجھ سے مواخذہ کرے گا۔ اے خطاب کے بیٹے! اسکے لئے تم نے مناسب بندوبست کیوں نہیں کیا شاید اسی تصور کو علامہ اقبالؒ نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں پیش کرنا چاہا ہے۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بنی

جگہوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

جب سیدنا فاروقؓ خلیفہ بنائے گے تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

ان اردت ان تلحق صاحبک فارق اقمیص و تلس الازادو اکلات النعل و ارفع

الحف و قصر الا ملوکل دون الشبع ۲۳

”اے عمر! اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے رفیق عتیق یعنی ابو بکرؓ کی رفاقت نصیب ہو تو کرتے پر پیوند

ہوں، ازارختہ ہو، جوتیوں پر بھی پیوند ہوں، موزے پھٹے پرانے ہوں، امید کوتاہ ہو جائے اور کھانا پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے۔“

کیا باغت ہے اس ارشاد میں اور اس طرح فصیح الفصحی، خطیب بے بدل سیدنا علیؑ نے اپنے دونوں ساتھیوں کو شاندار انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ نہ صرف خود ایک مومن کامل کا نمونہ بنے بلکہ اپنے تمام کارکنانِ سلطنت کو اس معیار پر پورا اترنے کیلئے تلقین فرماتے تھے۔ آپؓ نے اپنے گورنر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا:

”بعد حمد و صلوة یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر والی وہ ہے جس کی رعایا خوش حال اور مامون ہو۔ اور سب سے بد بخت والی وہ ہے جس کی رعایا بد حال اور پریشان ہو۔ تم کو کجی سے بچنا چاہیے تاکہ تیرے کارندے (ماتحت افسر) بھی ظلم و زیادتی نہ کر سکیں۔“

یہی تصور خلافت علیٰ منہاج النبوة تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسا ناز و نعم میں پلا ہوا درویش صفت انسان بن گیا۔ ان کا سابقہ شاہانہ ٹھاٹھ اور فاخرانہ انداز ختم ہو گیا اور زندگی کے سارے طور طریقے بدل گئے۔ کتاب الخراج صفحہ ۷۲ پر ان کے متعلق یہ تاثر پیش کیا گیا۔

”پھر میں نے خلافت کے بعد ان (عمر بن عبدالعزیز) کو دیکھا تو ان کی حالت درویشوں کی سی ہو گئی تھی“

اس وقت تک جو کچھ بیان ہوا اس میں مرکزی کردار امت محمدیہ اور اس کے افراد کو حاصل رہا۔ از بس کہ اسلامی تعلیمات کا مقصد حریت انسانی، اخوت بشری اور مساوات محمدی ﷺ ہے۔

اس لیے اسلام ایسی ہیئتِ اجتماعیہ وجود میں لانا چاہتا ہے جہاں۔

آدمیت احترام آدمی باخبر شوازمقام آدمی

کی چھاپ گئی ہوئی ہو۔

حجتہ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے اپنے جانباز غلاموں کو اخوت و محبت کیساتھ ساتھ وحدت انسانی کا سبق دیا۔ کلکلم انباء آدم و آدم من تراب فرما کر یہ انقلابی اعلان فرمایا۔ عباد اللہ اخوة۔ یوں عملاً الخلق عیال اللہ اجہتم الی اللہ انفعہم لعیالہ (ترجمہ) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس اللہ کے نزدیک پسندیدہ شخص وہ ہے جو کنبہ کے لیے سب سے زیادہ مفید ہو۔

یہ ایسی صداقت کبریٰ ہے جو امتیاز رنگ و بو کو مٹا کر ان اکرام عند اللہ اتقاکم کے مطابق عالمگیر معاشرہ قائم کر سکتا ہے۔

الغرض اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے اگر اپنی صحیح شکل میں قائم ہو جائے تو صرف چند گوشے ہی نہیں بلکہ بساط زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنے اپنے مقام پر مستحکم بنا دیتا ہے اور اس طرح ایک ایسا اجتماعی نظام وجود میں آنے کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے جہاں پرفرعونیت، قارونیت اور ینیدیت کا سارا طلسم پاش پاش ہو جاتا ہے اور

بند و حق بے نیاز از ہر مقام
نے غلام اور انہ کس را او غلام

کام حاشرے میں عملی رنگ بھر جاتا ہے۔

آپ نے اپنے اس مفصل خط میں عصر حاضر کے جن تقاضوں کو بے نقاب کیا ہے اس سے آئندہ کا نقشہ مرتب کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ ہم استحصال کی تمام شکلوں کو مسترد کرتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ بقول حکیم الامت

گفتند جهان ما آیا بتومی سازو
گفتم کہ نمی سازو گفتند کہ بر ہم زن

کے بغیر کوئی جو بارہ نہیں۔ اس وقت حکومت کی جانب سے جو پابندیاں عائد ہیں ان کی موجودگی میں کام کرنے کیلئے زیادہ یکہ، مستعدی اور دلسوزی کی ضرورت ہے اور اگر ہم نے اس وقت کیونزوم کے سیلاب کا مقابلہ کرنے کیلئے موثر نائحہ عمل مرتب نہ کیا تو پھر کوئی مہلت نہ مل سکیگی۔ زمانہ کسی کیلئے ”مے شبانہ“ بچانے کیلئے نہیں رکھتا۔ جو شریک محفل ہے وہی شاد کام ہے اور جو غیر حاضر ہے اس کو زمانے کا یہ جواب ہے کہ

نہ تھا اگر تو شریک محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا

میرا طریقہ نہیں ہے رکھ لوں کسی کی خاطر مے شبانہ (اقبال)

آپ کے تجویز کردہ تمام نکات اپنی جگہ درست ہیں ورنہ کو اپنائے بغیر ہم فردوسِ گمشدہ کو واپس نہیں آسکتے۔ تاہم بعض مقامات پر ضروری تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ملاقات میں ان پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

فقط والسلام مع الأکرام

مخلص

محمد عبدالستار خان نیازی

حوالہ جات

- ۱۔ مختار، کلونین ص ۳۳ قلمی، یدائع الضائع ج ۳ ص ۳۸، البقرہ ۳، الحج ۲۰، البقرہ ۲۹، تم السجدہ ۱۰، النحل ۷ (روح المعانی، ابن کثیر، ابن جریر) ۸ مشکوٰۃ ۳۳۸/۲، ۹، المحلی ابن حزم ۱۵۸/۶، المحلی ۶، المحلی ۱۵۸، ۱۲، کتاب الخراج ۳، ۴۲، کتاب الاموال ۱۲، ۲۶۳، ابن کثیر التوبہ، ۵، سورة الذاریات، ۶، سورة المزمل آیت ۱۱ تا ۱۳، سورة النجر آیت ۷ تا ۱۸، سورة الحاق آیت ۳۲ تا ۳۷، پارہ ۲۹، رکوع ۵، سورة البلد آیت ۱۱ تا ۱۶، ۲۰، سورة الانبیاء آیت ۱۲ تا ۱۳، رکوع ۱، سورة مدثر آیت ۳۹ تا ۴۷، رکوع ۲-۲، سورة التکاثر آیت ۱ تا ۸، ۲۳، سورة الحمزہ آیت ۱ تا ۴، سورة الماعون آیت ۱ تا ۷، رکوع ۱، سورة الليل آیت ۱ تا ۵، متفق علیہ، ۲، بخاری و مسلم، ۸، فتاویٰ عزیز نیازی ۲۳/۱، ۲۹، طبری جلد ۲ صفحہ ۵۳، ۵۴، طبری ۲-۱، ۵۳، طبری ۲-۲، ۲۲۰، ۲۲۱، کنز العمال، ۳۳، کتاب الاموال، ۳۴، رواہ احمد: مجمع الزوائد، ۳۵، طبرانی، ۶، کتاب الاموال ۵، ۳، کتاب الاموال، ۳۸، حس المحاضرہ جلد ۱، ۳۹، کتاب الخراج ۱۱۶، ۱۱۷، البدایۃ والنہایۃ، ۱۱، الطام احصارہ العربیہ، ۲، احصارہ العربیہ ۲-۱۸۸، کتاب الخراج ۱۵

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر بن مفتی محمد محمود الوری بن حضرت شاہ رکن الدین الوری (مصنف رسالہ ”رکن دین“) ۲۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو حیدرآباد سندھ میں پیدا ہوئے۔ سندھ یونیورسٹی سے ۱۹۷۷ء میں ایم اے کیا۔ دینی تعلیم والد ماجد و دیگر اساتذہ سے حاصل کی۔ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ازبیر (مصر) سے بھی سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۹۱ء میں ”سندھ کے صوفیائے نقشبند“ کے عنوان پر ایک ضخیم مقالہ پی ایچ ڈی کیلئے سندھ یونیورسٹی میں جمع کروایا، نتیجہ کا انتظار ہے۔ (ڈگری مل گئی ہے)۔

جنوری ۱۹۸۳ء میں جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوئے۔ نومبر ۱۹۸۳ء میں سندھ شاخ کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ نامساعد حالات کے باوجود مذہبی اور سیاسی محاذ پر ڈٹ کر کام کیا۔ ۱۹۸۹ء میں جمعیت علماء پاکستان، نورانی گروپ اور نیازی گروپ میں تقسیم ہو گئی تو آپ نے نورانی گروپ کا ساتھ دیا اور مئی ۱۹۹۰ء میں نورانی گروپ سندھ کے نائب صدر منتخب ہوئے۔

صاحبزادہ صاحب نے بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں ”بزم جاناں“ جوان کے جد امجد حضرت شاہ رکن الدین الوری کی سوانح حیات ہے، بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ پاکستان کے نامور ادیب، ماہر تعلیم اور بزرگ مصنف حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد آپ کے حقیقی ماموں ہیں

صاحبزادہ صاحب ابتداء ہی سے مولانا شاہ احمد نورانی کے زیر اثر رہے ہیں بدیں وجہ وہ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی سے مستفیض نہیں ہو سکے اور نہ ہی حقائق کا ادراک کر سکے۔ درج ذیل خط و کتابت سے صاحبزادہ صاحب اور مجاہد ملت کے خیالات و سوچ اور فہم و فراست کا موازنہ فرمائیے اور مجاہد ملت کی بزرگانہ اور قائدانہ سیاسی بصیرت کی داد دیجئے۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

فون: ۸۷۴۷۸۳

دفتر جمعیت علماء پاکستان

۷۔ سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہونل اپر مال لاہور

۲۸/ نومبر ۱۹۸۷ء

محبی! السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مورخہ ۱۵، دسمبر ۱۹۸۷ء بروز منگل جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوری اور عاملہ کا مشترکہ اجلاس مرکزی دفتر واقع ۷۔ سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہونل اپر مال لاہور میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ اس اجلاس میں ملک کی عمومی سیاسی صورت حال کے علاوہ بلدیاتی انتخابات اور ان انتخابات میں موصول شدہ دھاندلیوں، ناجوازیوں اور سرکاری اثر و رسوخ کے ناجائز استعمال کی بابت غور کیا جائے گا اور آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کی رٹ لگائی والی حکومت کا زبردست احتساب کرنیکی تدابیر سوچی جائیں گی۔

علاوہ ازیں ”مشائخ کانفرنس“ اور ”نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس“ کو کامیاب بنانے کیلئے لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔ نیز صاحب صدر اور جنرل سیکرٹری اپنے بیرون ملک دورہ کے تاثرات بیان کریں گے۔

آپ سے درخواست ہے کہ اپنے حلقہ، اثر میں بلدیاتی انتخابات میں ہونیوالی دھاندلیوں اور ناجوازیوں کی مکمل رپورٹ تیار کر کے ہمراہ لائیں۔ یہ اجلاس بیحد اہم ہے کیونکہ اس اجلاس میں ”نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس“ اور ”مشائخ کانفرنس“ کی کامیابی کیلئے تدابیر سوچی جائیں گی اور پروگرام مرتب کیا جائیگا۔ لہذا آپ سے درخواست ہے کہ اپنی تمام تر مصروفیات کو موخر یا ملتوی کر کے اس اجلاس میں ضرور شرکت فرمائیں۔

فقط والسلام مع الاکرام

مخلص

محمد عبدالستار خان نیازی

سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

دفتر جمعیت علمائے پاکستان صوبہ سندھ

حیدرآباد سندھ

۶۔ دسمبر ۱۹۸۷ء

محترمی حضرت قبلہ نیازی صاحب، دامت برکاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نامہ گرامی موصول ہوا۔ الیکشن میل کے سلسلہ میں جو معلومات آپ نے طلب فرمائی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(الف) جمعیت علماء پاکستان کی یوں تو سندھ کے تمام اضلاع میں تنظیمیں ہیں لیکن اندرون سندھ کے اضلاع میں کیونکہ کوئی وڈیرہ ہمارے ساتھ نہیں اسلئے الیکشن میں کامیابی کے ہمارے امکانات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں اکثر اضلاع میں ہماری طرف سے کوئی امیدوار کھڑے نہیں ہوئے۔ اگر کسی جگہ کھڑے کرنیکی ہمت بھی کی تو وہاں کے بااثر وڈیروں نے انہیں اپنے ڈیروں میں بلا کر ماں بہن کی عزتوں کی دھمکیاں دیں اور انکو زبردستی بٹھلنے پر مجبور کر دیا جیسے ساگھر ضلع کے بخھور کی بلدیہ میں ہمارے جمعیت کے صدر عبدالکریم بخھورو کے صاحبزادے کے ساتھ بھی کیا گیا ہے اور الیکشن نہیں لڑنے دیا۔

(ب) صرف چند شہروں میں جہاں ہمارا اثر تھا ہم نے امیدوار کھڑے کیے مثلاً کراچی، حیدرآباد، سکھر، نواب شاہ، میرپور خاص (ضلع تھرپارکر)۔ جس میں سے کراچی میں مختلف سیاسی جماعتوں اور گروپوں کی پوزیشن درج ذیل رہی۔

مہاجر قومی موومنٹ	۹۲	آزاد	۲۳	پنجابی پنختون انتخاب	۴
پاکستان مسلم لیگ	۳۱	جمعیت علماء	۵	-----	
		پاکستان			
پاکستان پیپلز پارٹی	۲۲	جمعیت علماء	۱	کل	۲۰۴

اسلام

سواد اعظم

جماعت اسلامی	۲۰	سواد اعظم	۱	بلدیہ نواب شاہ کی پوزیشن	بلدیہ سکھر
جماعت اسلامی	۲۰	سواد اعظم	۱	بلدیہ نواب شاہ کی پوزیشن	بلدیہ سکھر
ایم کیو ایم	۳۱	این پی پی	۱۰	این پی پی	پی پی پی ۱۲
جمعیت علماء پاکستان	۱۲	سید گروپ	۷	سید گروپ	مسلم لیگ ۱۳
پی پی پی	۲	پی پی پی	۳	پی پی پی	منور خان ۳
مسلم لیگ	۴	آزاد	۸	آزاد	گروپ
آزاد	۱۱				جے یو پی ۲

۳۱

۲۸

۶۰

کل

نوٹ:- صوبہ سندھ میں مجموعی طور پر مسلم لیگ اور پی پی پی تقریباً برابر رہے بلکہ مسلم لیگ کا کچھ تھوڑا سا پلہ بھاری رہا۔

جبکہ بلدیہ میرپور خاص کی ۲۶ نشستوں میں سے ۲۰ پر امیدوار ہم نے کھڑے کیے جن میں سے ایک بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

بلدیہ نواب شاہ میں ایک بھی کامیاب نہ ہو سکا جبکہ ۱۳ امیدوار کھڑے کیے تھے۔ بلدیہ سکھر میں صرف ہمارے دو امیدوار کامیاب ہو سکے۔

ہماری ناکامی کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:-

- (۱) دیہاتوں کی سطح پر جیتنے کیلئے وڈیروں کی ضرورت ہے جو ہمارے پاس نہیں۔
- (۲) شہری سطح پر ہماری جماعت کی ضلعی، علاقائی اور ڈویژنل اور صوبائی تنظیمیں کمزور ہیں۔
- (۳) بعض مقامات پر ہماری تنظیم میں آپس کے اختلافات بھی ہیں جو رنگ لائے۔
- (۴) گذشتہ الیکشن میں نظام مصطفیٰ گروپ (حنیف طیب گروپ) کیلئے میدان کھلا چھوڑ کر اس کو ایک مضبوط سیاسی قوت بنا کر ہم نے کراچی میں اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری۔
- (۵) جمعیت کے بیورو کریٹ جو علماء اور باصلاحیت سیاسی شخصیتوں کو جمعیت میں شامل کرانے کیلئے کبھی کوشاں نہ ہوئے بلکہ اس کیلئے مانع ہی بنے رہے اور قائدین کے سامنے ”سب ٹھیک ہے“ کا راگ لاتے رہے۔
- (۶) اہل سنت و جماعت کا جمعیت، جماعت اہلسنت اور اے ٹی آئی (انجمن طلباء اسلام) کی سطح پر اختلاف، افتراق اور انتشار۔
- (۷) جمعیت علمائے پاکستان میں ”علماء“ ہی کی کمی اور ہر علاقہ کے بااثر مقتدر علماء، مشائخ اور آئمہ سے رابطہ کا فقدان ہے۔
- (۸) عصبيت کا وہ سیلاب جس نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا دیا تھا اب وہی سیلاب صوبہ سندھ کو ”سندھودیش“ بنانے پر تالا ہوا ہے، ”مہاجر ازم“ کے سیلاب نے بڑی بڑی پارٹیوں کے ستونوں کو اس انتخاب میں گرا دیا۔ جماعت اسلامی کو حیدرآباد سے صاف کر دیا۔ مسلم لیگ کے اہم عہدیدار ہرادیئے۔ ایسی صورت حال میں جمعیت کی حیدرآباد میں یہ زبردست کامیابی ہے کہ اس کے تمام عہدیدار اس سیلاب کے باوجود کامیاب ہو گئے۔ اور جو ناکام ہوئے وہ صرف چند ووٹوں سے، سیکنڈ پوزیشن پر رہے۔ یہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ حیدرآباد میں پارٹی کی تنظیم بہر حال مضبوط ہے اگر کراچی میں اتنی بھی مضبوط ہوتی تو جماعت اسلامی کی طرح ہم بھی ایم کیو ایم (مہاجر قومی موومنٹ) کا اچھا خاصا مقابلہ کر لیتے۔
- (۹) جمعیت کے خادین اور کارکنوں میں تربیت کا فقدان۔

تجاویز:

(۱) چاروں صوبائی تنظیمیں تو زدی جائیں اور فعال افراد پر مشتمل آرگنائزنگ کمیٹی برصوبہ میں بنا دی جائے جو ایک ماہ کے اندر اندر تمام اضلاع میں فعال تنظیمیں قائم کریں۔ اور اس میں اس علاقہ کے فعال خادمین کے علاوہ معروف علماء، مشائخ خطباء، آئمہ اور معروف سیاسی شخصیات کو نمائندگی دی جائے۔

(۲) ناراض علماء اور مشائخ کو راضی کیا جائے اور جمعیت میں شامل کیا جائے۔

(۳) نظام مصطفیٰ ﷺ گروپ، جماعت اہلسنت اور اے ٹی آئی سے اختلافات ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب ہم نے نظام مصطفیٰ ﷺ گروپ کو خود سیاسی قوت بنا کر غلطی کر ہی لی ہے تو اب اس کو نظر انداز کرنے کی دوسری غلطی نہیں کرنی چاہیے۔

(۴) فنڈ کی کمی کا ہر قدم پر شدت سے احساس ہوتا ہے۔ خادمین کے ایک ایک روپیہ کے چندہ سے گاڑی نہیں چلے گی۔

(۵) عصیت کے سیلاب کا مقابلہ کرنے کیلئے چاروں صوبوں میں سنی کانفرنس اور مشائخ کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔ دوسری طرف تمام قومی سوچ رکھنے والی سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر اتحاد بنایا جائے اور لسانی گروپوں کی غنڈہ گردی اور دہشت گردی کے مقابلہ کے لیے اپنے خادمین کو جدید اسلحہ سے مسلح کیا جائے، اس کے بغیر کامیابی تو بہت دور کی بات رہی ہماری بقا بھی ممکن نہیں۔ آج ہمارے نو منتخب ۱۲ کونسلروں میں سے بعض کو کاشکوف دکھا کر ایم کیو ایم اپنے کیمپ میں لے جا رہی ہے اس کا کیا علاج؟

(۶) جمعیت کا ہر عہدیدار جمعیت کے مفاد کی خاطر اپنی انا کو ختم کرے اور خادمین جمعیت کی غلطیوں سے درگزر کرنے کی عادت ڈالے ورنہ اکبر ساقی جیسے مختی ساتھی نامعلوم کتنے ضائع ہو جائیں گے۔

(۷) مندرجہ بالا تجاویز پر عمل کرنے سے قبل اگر مشائخ کانفرنس اور سنی کانفرنس منعقد کی گئی تو اس کے نتائج بلدیاتی انتخابات کے نتائج سے مختلف نہیں ہونگے بلکہ یہ کانفرنسیں مزید بدنامی کا باعث ہونگی۔ موجودہ صورت حال کے پیش نظر خدا را ان کانفرنسوں کو ملتوی کر دیا جائے۔

چونکہ حیدرآباد میں بلدیہ کے اپنے گروپ (غلامان مصطفیٰ ﷺ گروپ) کو منظم کرنے اور ریزرو

سینیں اور میسر، ڈپٹی میئر کے الیکشن میں بے پناہ مصروفیت ہے۔ اسلئے اپنے خیالات اور مشوروں کو اس خط سے ذریعہ تحریر کر کے ارسال کر رہا ہوں، ۱۵۔ دسمبر کے اجلاس میں شائد حاضر نہ ہو سکوں امید ہے کہ میرے ان خیالات سے شرکائے اجلاس کو بھی آگاہ کر دیا جائے گا۔ سب کی خدمت میں سلام۔ فقط

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان (صوبہ سندھ)

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

دفتر جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ

تلک چاڑی حیدرآباد (سندھ)

فون: ۳۳۶۹۳۰

۶۔ نومبر ۱۹۸۹ء

۶۱۲۸۰۳

محترمی و مکرمی مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالستار خان نیازی صاحب زید مجدکم

سیکرٹری جنرل۔ جمعیت علمائے پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے مزاج گرامی مع الخیر ہونگے

بھنگی پلکوں اور زخم رسیدہ دل کے ساتھ چند گزارشات پیش کرنیکی جسارت کر رہا ہوں، امید ہے ان

زخموں پر مرہم رکھنے کی ضرورت کو شش فرمائیں گئے:-

(۱) گزشتہ مرکزی مجلس عاملہ و شوری کے اجلاس میں اس فقیر نے عرض کیا تھا کہ آپ کے اور نورانی صاحب قبلہ

دامت برکاتہم العالیہ کے درمیان انڈر سٹینڈنگ نہیں، دونوں کے متضاد بیانات اور عمل سے پارٹی کو ناقابل

تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ آپ نے اسکی زبانی تردید کی لیکن عملی طور پر یہ ہوا کہ آپ باہر کھل کر آئی جے آئی

(اسلامی جمہوری اتحاد) کا ساتھ دیتے رہے اور حضرت قائد اہلسنت (مولانا شاہ احمد نورانی) ان کو ضیا (جنرل

محمد ضیاء الحق) کا ایجنٹ فرما کر ان سے ہمیشہ نفرت کا اظہار فرماتے رہے، آپ عورت کی حکمرانی کے خلاف اعلانیہ جہاد کا اعلان کرتے رہے جبکہ حضرت قائد اہلسنت ہمیشہ اس سے احتراز فرماتے رہے اور آج تک انہوں نے اس موضوع پر کوئی بیان نہیں دیا، اور اب عدم اعتماد کی تحریک کے موقع پر یہ اختلافات اور کھل کر سامنے آ گئے، آپ نے یہاں تک فرما دیا کہ ”اگر آئی جے آئی نے بھی یہ قراداد پیش نہ کی تو میں اکیلا ہی پیش کر دوں گا“۔ جبکہ شاہ صاحب قبلہ (مولانا نورانی) نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ ”میں اس موقع پر اس کے خلاف ہوں اور اس کے پیش کرنے کے حق میں نہیں“ ڈان (روزنامہ ڈان کراچی) اور دیگر اخبارات اور رسائل نے آپ کے اس اختلافات پر کارٹون اور تبصرے تک شائع کیے ہیں۔

یہی ایکشن ۱۹۸۹ء سے قبل بھی ہوا کہ آپ کی وجہ سے پی پی پی (پاکستان پیپلز پارٹی) کے ساتھ اشتراک عمل نہ ہو سکا اور شاہ صاحب قبلہ کی وجہ سے آئی جے آئی کیساتھ نہ ہو سکا۔ اس طرح پارٹی کا بیڑا غرق ہو گیا۔ ملک میں اس وقت دو حکومتیں ہیں لیکن ”اس دفعہ ہمارے بغیر کوئی حکومت نہیں بن سکتی“ کا دعویٰ کرنے والی جمعیت علمائے پاکستان کہیں بھی نہیں اور کسی حکومت میں بھی شامل نہیں۔ سب کے برے ہیں۔ جبکہ وہابی اور دیوبندی دونوں جگہ مزے لے رہے ہیں۔ مرکز اور صوبہ دونوں میں وزارت مذہبی امور انہی کے تابع ہے۔

(۲) ایکشن میں آئی جے آئی کے ساتھ تعاون نہ کرنے کے اعتراض پر آپ کا یہ فرمانا کہ ”ہم نے آخر تک کوشش کی لیکن اس طرف سے کوئی جواب نہ آیا، اس جواب سے عوام کا الانعام کو تو شاید خاموش کیا جاسکے لیکن سیاسی بصیرت رکھنے والوں کو مطمئن نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ لوگ آپ کے جواب میں لفظ ”تک“ کو ”میں“ سے بدل کر آپ کو خاموش کر دیں گے کہ آپ نے ”آخر تک“ نہیں بلکہ ”آخر میں“ کوشش کی جبکہ وقت نکل چکا تھا۔ اس کا وقت وہ تھا جب نواز شریف کراچی میں آپ کے دروازے پر تعاون کی بھیک لینے آیا تھا لیکن آپ لوگوں نے ”استغفی دو“ کی مہمل اور ایک ناممکن شرط رکھ کر اس کو دھکے دے دیئے۔ اس وقت پندرہ کیا پچیس پچاس سینیں بھی آپ مانگتے تو دیتا، لیکن جب اس نے اپنے اتحادی تلاش کر کے اپنی پوزیشن مستحکم کر لی، ان سے وعدے وعید کر لئے اور حالات نے ایسا پلٹا دکھایا کہ آپ ”استغفی“ والا اپنا ”سنہری اصولی موقف“ بھی پس پشت ڈال کر اس کا ادنیٰ سا تعاون حاصل کرنے کیلئے (بقول آپ کے) ساری رات تک دو کرتے رہے۔ لیکن ظاہر ہے اب اسکو آپ کے ساتھ وہی سلوک کرنا تھا جو آپ نے شروع دن اس کے ساتھ کیا تھا۔ اب

ظاہر ہے دھلہ دینے والوں کی خاطر وہ سینے سے لگانے والوں تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ بہر حال یہ سب کچھ آپ کے اندرونی اختلافات کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ خدارا! اس حقیقت کو اب جھٹلانے کی بجائے عملی طور پر اس کو ختم کرنے کی کوشش فرمائیں ورنہ اس کے نقصانات کے اہل سنت متحمل نہیں ہو سکیں گے۔

(۳) وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کے اہم ترین اور نازک مسئلہ پر مرکزی مجلس عاملہ و شوریٰ تک سے مشورہ لینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ ویسے بھی اگر اجلاس بلا لیا جاتا تو اس سے کیا فرق پڑتا، ہونا تو وہی تھا جو آپ چاہتے جیسا کہ اس سے قبل کئی بار ہو چکا ہے۔ جیسے افغانستان جانے کے بارے میں مجلس عاملہ کے اکثر اراکین کی رائے جانے کی تھی صرف آپ مخالفت کر رہے تھے اور آخر بات آپ ہی کی رہی۔ ۱۹۸۵ء کے الیکشن میں حصہ لینے کے حق میں اکثر اراکین کی رائے تھی لیکن عمل آپ ہی کے ”حکم“ پر ہوا۔ جب ہوتا وہی ہے جو آپ چاہتے ہیں اور اراکین کی رائے کو کوئی اہمیت حاصل نہیں تو پھر ”عاملہ و شوریٰ“ کی تشکیل کا کیا فائدہ؟

(۴) آپ نے تحریک عدم اعتماد کی حمایت کرتے وقت یہ بھی نہیں سوچا کہ خدانخواستہ اگر یہ تحریک کامیاب ہو گئی تو پھر ملک پر وہی ضیاء امر کے سیاسی جانشین برسر اقتدار آجائیں گے اور وہی پالیسیاں ہوں گی جن کے خلاف آپ دس سال تک جدوجہد کرتے رہے ہیں اگر انہی کے ساتھ اب ملنا تھا تو دس سال تک ان کو کیوں برا کہتے رہے؟ اس وقت ان کے ساتھ ملکر کیوں نہ مسلک کو فائدہ پہنچایا؟ اس وقت جمعیت کے کسی عہدیدار نے ان سے ملنے کی کوشش کی تو اس کو اس جرم میں جمعیت سے نکال کر پارٹی کو کیوں ٹکڑے ٹکڑے کیا؟ کیا ضیاء کے جانشینوں نے اب ضیاء کی پالیسیوں سے توبہ کر لی ہے جو اب ان کیساتھ ملنا جرم نہیں رہا، یا وہ ضیاء کی برسیاں منا کر اس میں ان کے مشن کو زندہ اور جاری رکھنے کا اعلان کر رہے ہیں؟ ایسا ہے تو پھر ان کے ساتھ ملنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

(۵) کیا آپ کے علم میں ہے یہ بات کہ آپ کے اس اقدام سے جمعیت پر کیا اثر پڑا ہے؟ آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ کل سکھر میں سکھر ڈویژن کے تمام اضلاع کے عہدیداروں کا ایک بھرپور اجلاس تھا جس میں شرکاء اجلاس نے بیک زبان اس فیصلہ پر اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت نے مارشل لاء کی باقیات اور ضیاء کے ایجنٹوں کے ساتھ تعاون کر کے مارشل لاء کے خلاف اپنی دس سالہ جدوجہد کے بے داغ کردار کو داندھار کر دیا ہے اور ہمارے لیے اس فیصلہ کے بعد سے اندرون سندھ تنظیم سازی کے معاملات میں سخت

مشکلات پیش آرہی ہیں حتیٰ کہ ضلع شکارپور کی ایک اہم روحانی شخصیت پیر عبدالحی مدظلہ نے بتایا کہ ضلع شکارپور کی جمعیت کی تنظیم نے عوام کے ردعمل سے پریشان ہو کر استغفے تک دے دیئے تھے۔

(۶) آپ نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اس تحریک کی کامیابی کے نتیجہ میں فضل الرحمن، سمیع الحق، نصر اللہ خان اور جماعت اسلامی جیسے دیوبندی گروپ پورے ملک پر چھا جائیں گے اور سنیوں کا اسی طرح قیامہ بنائیں گے جس طرح ضیاء کے دور میں بناتے رہے ہیں جبکہ اس کیساتھ تو صرف چند دیوبندی تھے جبکہ آئی جے آئی پورا ”دیوبند“ بنا ہوا ہے۔

آپ کو عورت کی حکمرانی کے بارے میں حدیث تو اکثر یاد رہتی ہے لیکن وہابیوں کے بارے میں ”قرن الشیطان“ اور ”لا توالکواکلوہم ولا تجالسوہم“ والی احادیث ایسے مواقع پر کبھی یاد نہیں آتیں جبکہ تحریک نظام مصطفیٰ میں ان سے سخت دھوکہ کھا چکے ہیں اور سخت نقصان اٹھا چکے ہیں لیکن پھر بھی ہم نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔

(۷) پریس کانفرنس کے دوران جے یو بی کے صوبہ سندھ میں قاتل، اس کے عبدیداروں اور کارکنوں کے قاتل، عصبیتوں کی آگ میں پورے سندھ کو جلا کر رکھ کر دینے والے جی ایم سید اور راجیو گاندھی کے ایجنٹ قائد اہلسنت پر گولیوں کی بوچھاڑ کرنے والے، جلسہ عام میں ان کی نقلیں اتار کر ان کی توہین کرنے والے شہروں میں ڈکیتی، چوری، اغواء اور دہشت گردی کی کارروائیاں کرنے والے ایو ایم (مسلم قاتل موومنٹ) کے درندہ عمران فاروق کو آپ کے پہلو میں بیٹھا دیکھ کر سنیوں کی آنکھیں چھلک پڑیں، کیا عصبیتوں کیخلاف جہاد میں سنیوں نے اس لیے قربانی دی تھی؟ ”کیا نثار شہید“ کے خون کے ساتھ یہ وفا کی گئی ہے؟ کیا جمعیت کی یہی اصول پسندی ہے؟

پیپلز پارٹی سے تعاون کرنے کیخلاف اور الیکشن کے بعد بینظر کو ووٹ نہ دینے کے حق میں آپ بڑے پر زور انداز میں یہی دلیل دیا کرتے تھے کہ پی پی پی نے ایو ایم سے اتحاد کر لیا ہے اس لیے ہمارا ان سے تعاون نہیں ہو سکتا۔ اب آئی جے آئی کیساتھ تعاون کرتے وقت آپ کو یہ دلیل یاد نہیں آئی؟

(۸) کیا آپ نے ان عواقب پر بھی غور نہیں فرمایا کہ آئی جے آئی کی کامیابی کی صورت میں سندھ کے اندر آئی جے آئی کی بڑی حلیف اور ”محسن جماعت“ شیعوں کی ایجنٹ ایو ایم کیو ایم کا راج ہوتا اور ایرا ان کے اشارے پر

گردوں“ کی طرح یہاں سنیوں اور جمعیت کے کارکنوں کا قتل عام ہوتا، مسلک مخالف لوگوں کیساتھ ساتھ ان کے لسانی حریف گروپ یعنی پنجابیوں، پٹھانوں اور سندھیوں کا بھی بے دریغ خون بہایا جاتا (حس طرح انہوں نے اب تک اقتدار نہ ہونے کے باوجود کیا ہے) اس وقت نہتے معصوم سنیوں، پنجابیوں، پٹھانوں اور سندھیوں کو کیا آپ بچا سکتے تھے؟ اور اس وقت ملک کی تقسیم کو کیا آپ روک سکتے تھے؟

(۹) کامیابی تو بعد کی بات ہے صرف عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنے کی وجہ سے سندھ میں نفرتوں اور عصبیتوں کی آگ مزید بھڑک گئی ہے، مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا، آج کی تاریخ تک سندھ کا ایک بڑا شہر کراچی کرفیو کی لپیٹ میں آچکا ہے، آئندہ کے حالات کا خدا حافظ ہے۔ کیا مسلمانوں کے درمیان نفرت کے ابھار اور قتل عام کے عظیم گناہ میں سب سے زیادہ ”جمعیت“ شریک نہیں جس کے نمائندہ نے تحریک پر سب سے پہلے دستخط کئے ہیں۔

(۱۰) آپ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ آئی جے آئی کی حکومت میں آپ کو بڑی پذیرائی ملتی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ جن وہابی اور لسانی تنظیموں کے پاس ۸-۸-۱۳-۱۳-۱۳ اسمبلی ووٹ ہونگے ان کے مقابلہ میں صرف دو ووٹ رکھنے والی جماعت کو کون اہمیت دے گا؟ جبکہ اس کا اظہار ابھی سے ہونا شروع ہو گیا تھا۔

اخبارات میں آئی جے آئی کی حکومت بننے کی صورت میں جن متوقع وزراء کے نام آرہے تھے اس فہرست میں جمعیت کے کسی آدمی کا دور دور نام و نشان نہ تھا، حتیٰ کہ اسمبلی میں تحریک پر بحث کے دوران آپکو تقریر کا موقع تک نہیں دیا گیا۔ اور اگر بفرض محال آپکو اقتدار میں شریک بھی کر لیا جاتا تو کیا ”دیوبند“ میں بیٹھ کر ”بریلی کا نظام“ چل سکتا تھا؟ کیا وہابیوں کے جھرمٹ میں مسلک اہلسنت کی کوئی خدمت ہو سکتی تھی؟ اس خیال است و محال است وجنوں۔

(۱۱) اس کے برخلاف اس مشکل وقت میں جبکہ کوئی وہابیوں کی بڑی جماعت پی پی پی کیساتھ نہیں تھی اس کا ساتھ دے کر ملک میں وہابیت کے خاتمہ اور سندھ میں لسانی عصبیت کے خاتمہ کیلئے بہت کچھ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ہمارا تو یہ دستور اور منشور بن گیا ہے کہ ہر اقتدار میں آنے والے کے ڈانڈالے کے پیچھے پڑ جاؤ اور جب وہ اقتدار سے ہٹ جائے تو اب اس کیساتھ مل جاؤ۔ جب تک وہ اقتدار میں ہو گا دنیا بھر کے عیوب ہمیں اس میں نظر آئیں گے اور جوں ہی وہ اقتدار سے ہٹے گا یکدم تمام عیوب و نقائص سے منبر اور منظرہ ہو جائے

مکا۔ ہماری نظر میں سب سے بڑا جرم "اقتدار" ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے وہ امر بھی ہے، ظالم بھی ہے، فاسق بھی ہے، فاجر بھی ہے، ملک کالوٹنے والا بھی ہے، ملک ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا بھی ہے لیکن اقتدار کا جرم ختم ہوتے ہی سارے جرم ہماری نظر میں یک لخت ختم ہو جاتے ہیں اور وہ یکدم معصوم بن جاتا ہے۔ اس خود ساختہ اصول پر جمعیت برسہا برس سے عمل کر رہی ہے اور نہ جانے کب تک عمل کر کے سنیوں کی آرزوؤں کا خون کرتی رہے گی۔

خدا را! اب بھی وقت ہے، پی پی پی کیساتھ مذکرات کھلے دل سے کیجئے اس نے تعاون کا ہاتھ بڑھایا ہے آپ بھی بڑھائیے اور اس طرح ملک و ملت اور سنیت کیلئے کچھ کر جائیے، سنی آپ کو دعائیں دیں گے ورنہ سنیت کی تباہی و بربادی پر کل قیمت کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ سے جواب طلب کریں گے۔ امید ہے درد میں ڈوبی ہوئی اس آواز کو جوشدت کرب کے باعث بے ہنگم سی ہو گئی ہے درگزر فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

جواب کا منتظر

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان (صوبہ سندھ)

آزاد میدان، ہیر آباد، حیدرآباد (سندھ)

۶۔ نومبر ۱۹۸۹ء، ۶ رجب الثانی ۱۴۱۰ھ

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

۲۲۔ اونکار روڈ، اسلام پورہ لاہور

مورخہ نومبر ۱۹۸۹ء

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

آپ کا مرسلہ پیش نظر ہے جس جذبہ کے ماتحت آپ نے شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق ان کا ازالہ کیا جائیگا۔ مولانا نورانی صاحب سے ہمارے نقطہ نگاہ میں اختلافات کی بابت جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے وہ مبنی برحقیقت و انصاف نہیں ہے۔ آئی جے آئی اور پی پی پی دونوں کے مقابلہ میں ہم نے حزب اختلاف کا پارٹ ادا کیا ہے اور دونوں پر تنقید کی ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ ”کھل کر آئی جے آئی کا ساتھ دیتے رہے“ بے بنیاد ہے۔ قائد اہلسنت کی طرح ہم نے بھی ان پر سخت تنقید کی اور نفرت کا اظہار کرتے رہے، اخباری بیانات اس کے شاہد عادل ہیں۔

(۲) ایوان اسمبلی میں بلوچستان اسمبلی کی تہنیت، سلمان رشدی ملعون کی پلید کتاب پر احتجاج اور مجلس تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے پراسن جلوس پر فائرنگ کے خلاف جو اقدامات ہوئے ہم نے مستقل اور قائم بالذات اپوزیشن کی حیثیت میں حصہ لیا۔ اس طرح عدم اعتماد کی تحریک میں بھی ہمارا انفرادی موقف واضح تھا۔ اسکی تفصیلات آپ مورخہ ۱۰-۱۱، نومبر ۱۹۸۹ء کے ”نوائے وقت“ (روزنامہ) میں دیکھ سکتے ہیں۔

(۳) اگرچہ اسمبلی پارٹی لیڈر کی حیثیت میں ہم آزادانہ فیصلے کرنے کا حق رکھتے ہیں اور کسی کے مشورے کے محتاج نہیں تاہم اس سلسلہ میں مورخہ ۱۹، ستمبر ۱۹۸۹ء کو اسلام آباد میں قائد اہلسنت (مولانا نورانی) سے مشورہ ہوا تھا۔ انہوں نے حمایت کے ساتھ ساتھ متحدہ حزب اختلافات کی قیادت سے معاملات طے کر نیکی ہدایت کی تھی۔ ہم نے قائم مقام صدر پیر سید برکات احمد شاہ صاحب سے درخواست کی کہ وہ مذکرات کریں۔ چنانچہ انہوں نے متحدہ حزب اختلافات کے قائد مسٹر غلام مصطفیٰ جتوئی اور دیگر اہم شخصیات سے بات چیت کی۔ بعد میں جمعیت علماء پاکستان کے اہم عہدیداران جنرل کے ایم اظہر، جنرل حافظ محمد حسین انصاری، مولانا جمیل احمد نعیمی، جناب صدیق ارٹھور، پروفیسر شاہ فرید الحق، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، خان محمد عصمت اللہ خان مستی خیل،

پیر زادہ اعجاز احمد ہاشمی، چیف سید برکات احمد شاہ صاحب اور راقم اطروف کی موجودگی میں اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات ہوا۔ قرار پایا کہ پروفیسر صاحب ایک فارمولا مرتب کریں جسکی روشنی میں معاملات طے کئے جائیں۔ بعد میں میری عدم موجودگی میں انہوں نے ایک فارمولا مرتب کیا۔ جنرل انصاری صاحب اور پروفیسر صاحب کی اس مقصد کیلئے جنوئی صاحب سے ملاقات بھی ہوئی۔ آپ نے تحریک عدم اعتماد میں میری سرگرمی کو محل نظر ٹھہرایا۔ امید ہے کہ میرے پندرہ نکاتی چارج شیٹ مطبوعہ ”نوائے وقت“ کو دیکھنے کے بعد میرے موقف سے آپ اتفاق کریں گے۔

(۴) عورت کی حکمرانی کے سلسلہ میں میرے اور قائد اہلسنت کے نقطہ نگاہ میں آپ نے اختلافات کا تذکرہ کیا۔ اعلانیہ جہاد اور احترام کو آپ نے اس اختلاف کا مظہر قرار دیا چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے اسلیئے ہم دونوں کو اسکی پابندی کرنی ہوگی۔ اعتدال اور تشدد بہر شخص اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔ اخبارات کے تبصرے ایک خاص مقصد کے پیش نظر کئے جاتے ہیں۔

(۵) حالیہ الیکشن میں آپ نے پی پی پی سے معاہدہ نہ کرنے کی ذمہ داری ہم پہ ڈالی۔ افسوس ہے کہ آپ پی پی پی کے خلاف ملک و ملت کردار سے واقف نہیں جس طرح اس جماعت نے پاکستان کو دو لخت کیا، جھوٹے مقدمات میں ہمیں پابند سلاسل کیا، ایک مقدمہ میں ضمانت کے بعد دوسرے میں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ ۲۷ رمضان المبارک لیلۃ القدر کے مبارک موقع پر گرفتار کر کے ملتان، خانیوال اور وازی کی جیلوں میں پھرایا اور عید الفطر بھی جیل میں رکھ کر گزارى۔ ایک دو نہیں اتنی (۸۰) مقدمات میں بتائے عذاب کیا گیا۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۷۶ء کو قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ اور اسی طرح قائد اہلسنت کو گڑھی خیر و جیل کے جہنم میں ڈالا گیا۔ قاتلانہ حملے ہوئے، دستار مبارک پرزے پرزے کی گئی، تحریک تحفظ ختم نبوة ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں ظلم، جبر، بربریت، قتل و غارت اور سفاکیت کا مظاہرہ کیا گیا اور اب جس طرح اسلامی شریعت اور اسلامی معاشرت کو تباہ کرنے اور ملک و ملت کو غارت کر نیکی خوفناک سرگرمیاں جاری ہیں اس کی موجودگی میں پی پی پی کے متعلق حسن زن باعث صدحیرت و استعجاب ہے۔

(۶) حالیہ انتخابات میں تحریک استقلال، مسلم لیگ جو نیجو گروپ اور مسلم لیگ نواز شریف گروپ سے جو مذکرات ہوئے اور جس طرح معاہدہ ہوا اس کی تفصیلات سے آپ قطعاً بے خبر نظر آتے ہیں۔ جنرل کے ایم

اظہر، جنرل انصاری اور قائد اہلسنت سے آپ تفصیلات معلوم کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ خطا کہاں ہے اور کون اس کا ذمہ دار ہے۔ کراچی اور لاہور دونوں مقامات پر ہم نے مصالحت کیلئے پوری کوشش کی جو جو نوجو صاحب کے درمیان میں آجانے سے الیکشن کے موقع پر چند روز پہلے وزارت سے استعفیٰ کی بات بھی طے پاگئی تھی عملد آمد کیوں نہیں ہوا اس کی وجوہات ہمارے ہی احباب بتادیں گے۔ خدا را اس حقیقت النفس الامری کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

(۷) تحریک عدم اعتماد کے متعلق آپ نے صفحہ تین اور چار پر بڑی بحث کی ہے اس کا جواب آپ کو ہماری مطبوعہ تقریر سے مل جائے گا۔ ۱۹۸۵ء کے الیکشن کے بائیکاٹ کی ذمہ داری ہم پر ڈال کر آپ نے زیادتی کی ہے۔ یہ آپ کی عاملہ اور شوری کا فیصلہ تھا۔ ریکارڈ سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ آپ کا یہ کہنا کہ یہ بائیکاٹ میرے اصرار پر ہوا، انتہائی بے خبری کی دلیل اور سراسر زیادتی ہے۔ تحریک عدم اعتماد کی کامیابی اور ناکامی کے تذکرے میں آپ نے گیارہ سالہ ”ضیائی دور“ میں ہمارے موقف پر اعتراض کیا ہے۔ اس وقت جو کچھ ہوا شوری اور عاملہ کے فیصلوں کے مطابق ہوا۔ اب بھی جو موقف اختیار کیا گیا ہے اس کی بابت عاملہ اور شوری میں علی الاعلان بحث کی جائیگی آپ ایک طرف تو اصول کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف مصلحت اور ابن الوقتی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ آپ ٹھنڈے دل سے دونوں پہلوں کو دیکھیں حسب منشاء نتائج حاصل نہ ہونے پر جزع فزع اور واویلا قرین دانش مندی نہیں ہے۔ آپ نے اس پریشان نظری میں ظہور الحسن بھوپالی مرحوم اور ان کے رفقاء کیلئے بھی وجہ جواز نکال دی ہے جو اپنی جماعت کے موقف کی صریحاً تغلیظ و تردید ہے۔ آپ نے اپنی جماعت کی پالیسی پروگرام اور منشور کیلئے جدوجہد کے علیحدہ میدان عمل کو اسمبلی کی کارروائی سے ملا دیا ہے۔ متحدہ حزب اختلاف میں اس امر کو واضح کر دیا گیا تھا کہ جماعتی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ہم تحریکات التواء، استحقاق، سوالات، بحث، قانون سازی وغیرہ میں شش نکاتی پروگرام کے مطابق تعاون کریں گے۔ تحریک عدم اعتماد ہمارے دو دوٹوں سے نہ کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ ہی ناکام۔ ہم اس سے علیحدہ رہیں تو یہ کھلم کھلا پیپلز پارٹی کی حمایت ہے اور جماعت کی موت ہے۔ اس لیے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسمبلی کی کارروائی میں اپوزیشن اپنے قانونی و آئینی حق کو استعمال کر رہی ہے تو نہ ہم تماشائی رہ سکتے ہیں اور نہ غیر جانبدار، ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہوگا۔ ایم کیو ایم کے ساتھ صرف آئی جے آئی کا معاہدہ ہوا ہے ہمارا معاہدہ

نہیں ہوا۔ ہمارے اور آئی جے آئی کے مستقل تعاون میں آئی جے آئی اور ایم کیو ایم مستقل رکاوٹ ہیں، متحدہ حزب اختلاف سے تعاون بھی مشروط ہے۔

(۸) صفحہ ۴ پر آپ نے ایک روحانی شخصیت پیر عبدالحی مدظلہ العالی کی دل برداشتگی کا اظہار کیا ہے۔ افسوس ہے کہ پیر صاحب کو پیپلز پارٹی کی خلاف اخلاق و معاشرت تخریب کاریوں پر غصہ نہیں آیا اور محترمہ بے نظیر نے اپنی یازدہ ماہی وزارت عظمیٰ میں ملک و ملت کی جس بربادی کا سامان کیا ہے اور غیر محرموں کے ساتھ خلد ملد اور ربط و اختلاط کا مظاہرہ کیا ہے۔ پیر صاحب نے اس کے لیے کونسا شرعی جواز تلاش کیا ہے علاوہ ازیں آپ کا یہ کہنا کہ ”فضل الرحمن، سمیع الحق، نصر اللہ خان اور جماعت اسلامی جیسے دیوبندی گروپ پورے ملک پر چھا جائیں گے۔ الخ“ انتہائی بزدلی، بے یقینی اور بے تدبیری کی دلیل ہے۔ جمعیت پہلے بھی اپنے منشور کی تبلیغ و تعمیل کیلئے جدوجہد کرتی رہی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ جرات و بساطت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن رہے گی۔ حیف ہے کہ آپ موجودہ حکومت کے مظالم خلاف اسلام قبرمانیوں کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ اسمبلی کے اندر اپنے دو ووٹوں پر سارا بوجھ ڈال دیا ہے۔ اپوزیشن عدم اعتماد کی تحریک میں صرف دو ووٹوں کی محتاج نہیں اور جس جماعت نے ہمارا ایک ممبر نائب وزارت کالاج دے کر توڑ لیا اور ہر شعبہ میں ہمارے جانی دشمن کو آگے لانے کا پروگرام بنایا ہے حتیٰ کہ ہمارے منصوبہ کے مطابق خلق خدا کی خیر خواہی کے کاموں کو روک کر ہمارے دشمنوں کے کام کر رہی ہے بے دینوں کو کلیدی آسامیوں پر مقرر کر رہی ہے اس خطرے سے آپ شتر مرغ کی طرح آنکھیں کیوں بند کر کے بیٹھے ہیں ہم بفضل تعالیٰ دین و ملت کے دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک

مجھے کیا غم کہ میری آتیش میں ہے ید بیضا

(۹) آپ نے قرن الشیطان اور ”لا تو اکلوہم ولا تجالسوہم“ والی حدیث سے غلط مفہوم مرتب کیا ہے۔ کیا ایوان اسمبلی میں بیٹھنا، سرکاری اہتمام سے منعقد ہونے والے عشائیوں یا ظہرانوں میں شریک ہونا متحدہ حزب اختلاف میں شامل ہونے کے بعد اجتماعی تقریبات میں شامل ہونا جرم ہے تو نیشنل اسمبلی، پراونشل اسمبلی ڈسٹرکٹ کونسل وغیرہ میں حصہ لینا بھی جرم ہے۔ حدیث کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ

مخالفین کی جانب مرتبہ اجتماع یا اپنے خالص اجتماع میں ان سے خلد ملد کو ہم نے کبھی پسند نہیں کیا اور نہ نے ہم ان میں کبھی حصہ لیا "تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ" میں ہم ان کی خاطر شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنے مثبت موقف کیلئے قربانیاں پیش کی تھیں، دھوکہ دینے کی بات بے بنیاد ہے آپ کو بھی نامزد وزارتوں میں حصہ مل رہا تھا، آپ شامل نہیں ہوئے وہ ہو گئے۔ انہوں نے ہمیں کیا دھوکہ دیا اپنے ایمان، ضمیر اور اصول کو دھوکہ دیا۔

(۱۰) ایم کیو ایم کی وجہ سے پیپلز پارٹی نے وزارت مرتب کی اور محترمہ بینظیر صاحبہ تحریک اعتماد میں ۹۳ ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ آپ نے میری صریح مخالفت کے باوجود تین ووٹ انہیں دلائے اور ساری جماعت کو بدنام کیا۔ آج یہ لوگ آئی جے آئی سے معاہدہ کے بعد اپوزیشن میں آ گئے ہیں تو کیا ہم ان کے آنے کے بعد اپنا موقف بدل لیں اور حکومتی پارٹی کے ہموا بن جائیں۔ دشمن کے دشمن سے نقصان نہیں پہنچتا۔ بھرہم آئی جے آئی کے معاہدہ کے پابند نہیں۔ آج اپوزیشن میں ایم کیو ایم کو دیکھ کر سینوں کی آنکھیں چھلک پڑیں تو کل روشن کیوں ہو گئیں تھیں۔ میں نے بقول جناب درندہ عمران فاروق سے کبھی بات نہیں کی بلکہ آئی جے آئی کو علی الاعلان کہہ دیا ہے کہ ان کی موجودگی میں تمہارے ساتھ تعاون نہیں ہوگا۔ جہاں تک اپوزیشن میں رہنے کا تعلق ہے وہ ہمارا ذاتی طے شدہ موقف ہے۔ پچھلے دنوں الطاف (الطاف حسین قائد ایم کیو ایم) کی دعوت پر جب اپوزیشن کے بعض ارکان کراچی گئے اور مجھے بھی رفاقت کیلئے کہا تو میں نے ان پر واضح کر دیا کہ وہ ہمارے جانی دشمن ہیں، ہمارے قاتل ہیں اور ہم پر فائرنگ کی ہے اس لیے ان کی دعوت کو میں ہرگز قبول نہیں کر سکتا۔ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ دو ووٹ رکھنے والی جماعت کو کون اہمیت دیگا۔ یہ ایوان اسمبلی کے اصول و ضوابط اور طریقہ کار سے ناواقفیت کی دلیل ہے ہم نے گیارہ ماہ کے عرصہ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ برسر اقتدار پارٹی اور اپوزیشن دونوں اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ تحریک پر بحث کے دوران اپوزیشن نے دس (۱۰) ارکان کے نام دیئے تھے۔ میرا پانچواں نمبر تھا۔ نوابزادہ نصر اللہ خان چھٹے نمبر پر تھے۔ پیکر نے عین موقع پر تعداد محدود کر دی اور برسر اقتدار پارٹی کی جانب سے صرف وزیراعظم کو خطاب کر نیکا موقع دیا۔ ہم نے اس کا منور حل تلاش کر لیا ہے اور مجوزہ تقریر بالانفصیل "نوائے وقت" (روزنامہ لاہور) کی ۱۱، ۱۲ نومبر کی اشاعت میں شامل کر دیا۔ اسمبلی کے ماحول میں نہ دیوبندی نظام کیلئے دروازے کھلے ہیں اور نہ کسی دوسرے نظام کیلئے۔ ہم نے اپنی ہمت سے ادھر اپنے نصب العین کے حصول کیلئے جدوجہد کرنی ہوگی۔

(۱۱) آپ نے کراچی، میدر آباد اور سندھ میں قتل و غارت کا تذکرہ کیا ہے اور کرفیوراج کا بھی شکوہ کیا ہے، یہ ظلم و ستم تو دو تین سال سے جاری ہے عدم اعتماد کی تحریک سے کمی پیشی آپ کی غلط فہمی ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ ”جبکہ کوئی وہابیوں کی بڑی جماعت پی پی پی کے ساتھ نہیں تھی اس کا ساتھ دیکر ملک میں وہابیت کے خاتمہ اور سندھ میں لسانی عصبیت کے خاتمہ کیلئے بہت کچھ کیا جاسکتا تھا۔ یہ سراسر سیاسی سوجھ بوجھ سے تھی دامن ہونے کے باعث کہا جا رہا ہے۔ آپ نے اس پارٹی کا ساتھ دیکر گیارہ ماہ میں کیا حاصل کر لیا ہے جو آئندہ نہیں کر سکو گے۔ ایک رافضیہ وزیراعظمی کی موجودگی میں سلیمت کی خیر خواہی کی کون سی علامات ہیں جن سے آپ آئندہ محروم ہو جاؤ گے۔

(۱۲) آپ نے افغان مسئلہ کی بابت بھی لب کشائی کی ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ مولانا (نورانی) کو ہم نے (افغانستان) جانے سے روک دیا تھا۔ یہاں پر بھی آپ کی حقائق و واقعات سے لاعلمی اور بے خبری ظاہر ہو رہی ہے۔ افغانی قونصل جنرل کی مولانا (نورانی) سے ملاقات ہوئی۔ میری موجودگی میں مولانا نے ان پر اعتراض کیا کہ جب تک تم روس کے آلہ کار اور گماشتے رہو گے ہم اعتماد نہیں کر سکتے۔ ازاں بعد مجاہدین کے ایک وفد نے بھی ہم سے ملاقات کی اور اپنا نقطہ نگاہ ہمارے سامنے پیش کیا۔ مولانا نے حمایت کا یقین دلایا تھا۔ ویسے آپ غور کریں کہ روسی کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ کے علماء کی دعوت پر کابل کا دورہ ہمارے لئے کیسے باعث عز و شرف ہو سکتا تھا۔ اتر مارشل اصغر خان کے دورہ کے بعد ان کی جو ”نیک نامی“ ہوئی ہے وہ ہر کہ و مہ پر روشن ہے میں اب بھی سمجھتا ہوں کہ جس انتظامیہ نے روس کی مدد سے اپنے پندرہ لاکھ بھائیوں کو شہید کیا ہے، تین لاکھ کو مجروح کر کے اپنا جی و معذور بنا دیا ہے۔ کھتیاں، کھلین، کارخانے برباد کر دیئے ہیں اور، ۵۰ لاکھ کو جلا وطن کر دیا ہے ان سے میل ملاپ اور مذاکرات کہاں تک ہمارے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اصولی طور پر الیکشنی اتحاد کے حق میں نہ تھا صرف مفاہمت کے ذریعہ بعض نشستوں میں رد و بدل کیا جاسکتا تھا۔ چونکہ اکثر احباب اس کے حق میں تھے اس لئے میں نے ساتھ دیا۔ بہر حال اب الیکشن میں ناکامی پر اوپلا یا دام صیحا کہنے کی بجائے آئندہ کیلئے تیاری کی جائے۔ آپ نے پارلیمانی پارٹی کو جماعتی مشورے کا پابند بنانے پر بڑا زور دیا ہے حالانکہ ورکنگ کمیٹی نے اسے اپنے داخلی امور میں آزاد و خود مختار بنا دیا تھا۔ اس کے باوجود ہم نے ہر مرحلے پر مشورے کئے۔ آپ ذرا اپنے طرز عمل کو بھی تو دیکھیں کہ طاہر القادری کی دعوت پر

زائرانِ حرمِ مغرب کی رفاقت کا آپ نے پہلے فیصلہ کر لیا تھا۔ آپ کی سینیں محفوظ ہو چکی تھیں۔ ہمارے مشورے پر آپ نے وعدہ کیا کہ کانفرنس میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی شرح و بسط کے ساتھ وضاحت کریں گے مگر وہاں جا کر آپ نے جو ”وضاحت“ کی وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔

افسوس ہے کہ آپ کا انداز تحریر طنز و تعریض اور جرح و احتساب کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ یہ درد میں ڈوبی ہوئی تحریر نہیں ہے بلکہ شکوہ و شکایت کے نشتر ہیں۔ ہم نے آپ کی نا تجربہ کاری، سیاسی نا چنگلی اور مغلوب اور تعصب جذباتی مذہبیت کو مد نظر رکھ کر فریادِ دل و سعتِ قلبی کا مظاہرہ کیا ہے جس کے آپ مستحق نہیں تھے۔ بوجہ عدم الفرصتی دیر سے جواب دے رہا ہوں، امید ہے اس سے آپ کے شکوک و شبہات کا کافی ازالہ ہو جائیگا۔ فقط والسلام مع الاکرام

مخلص

محمد عبدالستار خان نیازی

جنرل محمد ضیاء الحق

جنرل محمد ضیاء الحق (۱۹۲۳ء-۱۹۸۸ء) ۱۹۷۷ء میں ذوالفقار علی بھٹو کا تختہ الٹ کر ملک میں مارشل

لاء نافذ کر کے سربراہ مملکت بنے۔ انہوں نے اپنے بارہ سالہ دور حکومت میں ”نفاذِ اسلام“ کے لیے خوب پروہیگیئینڈا کیا مگر عملی طور پر کچھ بھی نہ کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جنرل صاحب نے اپنی کرسی کی حفاظت اور استحکام کیلئے ”اسلام“ کے نام کو خوب استعمال کیا تو بے جا نہ ہوگا۔

ان کے طویل آمرانہ دور حکومت میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی اور ان کے سرفروش ساتھیوں نے ”مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ“ اور ”نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ“ کیلئے مجاہدانہ، مومنانہ اور عاشقانہ کردار ادا کیا۔ مگر افسوس کہ جنرل صاحب کے دور میں اسلام کو جتنا نقصان پہنچا اس کی تلافی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

جنرل صاحب کے دور میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآن پاک (کنز الایمان) پر سعودی عرب، کویت اور متحدہ عرب امارات وغیرہ میں پابندی لگا دی گئی اور اس طرح عالم اسلام کے سوادِ اعظم کی دل آزای کی گئی۔ مگر افسوس کہ جنرل صاحب نے اپنے مخصوص مذہبی نظریات کی وجہ سے اس طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ جنرل صاحب سے مجاہد ملت کی خط و کتابت اسی سلسلہ میں تھی جو درج ذیل ہے۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان

۲۲۔ اونکاروڈ، اسلام پورہ لاہور

۲۷، مارچ ۱۹۸۲ء

محبی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کئی مسائل کے بارے میں آپ کی خدمت میں کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ مگر سردست صرف ایک اہم معاملہ کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ کامل یکسوئی کیساتھ ان معروضات کا مطالعہ کریں گے اور پاکستان کے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات سے کما حقہ آگاہی حاصل کریں گے۔ مورخہ ۷، مارچ کے اخبارات سے معلوم ہوا کہ حکومت عرب امارات کے وزیر انصاف، اوقاف و امور مذہبیہ نے رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب محمد علی الحکرکان کی تائید و حمایت سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن (کنز الایمان) اور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (داعی بنارس سنی کانفرنس منعقدہ ۲۷-۲۸-۲۹، اپریل ۱۹۷۶ء برائے پاکستان) کے تفسیری حاشیہ (خزائن العرفان) کی ضبطی اور تانی کے احکام جاری کئے ہیں، جس سے پوری دنیائے اہلسنت کے دینی جذبات مجروح ہوئے ہیں۔

جمعیت علمائے پاکستان کی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس عاملہ کے مشترکہ اجلاس منعقدہ ۱۳-۱۵ مارچ ۱۹۸۲ء کی قرارداد منسلکہ ہذا میں تفصیلی کوائف درج ہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ اس کا بنظر ناظر مطالعہ فرما کر عالم اسلام کے اتحاد و استحکام اور آزادی فکر و نظر کی حفاظت کیلئے عرب امارات کو اس فرقہ وارانہ، متعصبانہ اور تنگدانا اقدام سے باز رکھیں۔

ہماری خواہش ہے کہ کتاب الہی قرآن حکیم کا ایک متفق علیہ معیاری ترجمہ پیش کیا جائے۔ (جس طرح روئے زمین پر بائبل (عبدنامہ قدیم و جدید کا صرف ایک ہی ترجمہ موجود ہے) جس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہو۔ اس مہتمم بالشان کام کیلئے جملہ اسلامی مکاتب فکر کے سرکردہ و نمائندہ علماء، مفسرین کی ایک عالمی موثر منعقدہ کی جائے۔ اس کانفرنس میں علمی و تحقیقی انداز سے واحد اور معیاری ترجمہ مرتب کر کے ساری دنیا میں اس کی

اشاعت کا بندوبست کیا جائے۔ جب تک کسی ایک ترجمہ پر اجماع امت نہیں ہو جاتا، کوئی شخص ادارہ فرقہ، گروہ یا حکومت اپنی مرضی اور پسند کا ترجمہ مسلط نہیں کر سکتی۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کا تفسیری حاشیہ سلف صالحین کی تفاسیر کے عین مطابق ہے۔ کسی جگہ تفسیر بالرائے سے کام نہیں لیا گیا۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں مروجہ تراجم کے تقابلی مطالعہ کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔

(۱) ذلک اکذب لا ریب فی۔ (البقرہ آیت نمبر ۱)

ترجمہ: ”مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔“

”مولانا اشرف تھانوی: ”یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔“

”مولانا احمد رضا خان بریلوی:۔ وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) جس میں کوئی شبہ نہیں۔“

ان تراجم کو دیکھیں تو واضح ہو گا کہ کوئی شک نہیں، خلاف واقعہ ہے۔ کفار و مشرکین اس میں شک کرتے تھے۔ اسلئے قرآن نے ان کو چیلنج دیا۔ آئی کی وجہ سے جگہ لکھا گیا ہے۔ مثلاً آپ کہہ سکتے ہیں کہ مسجد کی کوئی ناپاک جگہ نہیں۔ ہاں اس میں ناپاک چیز داخل ہو سکتی ہے۔

(۲) لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب اعلى عقبيه۔ (البقرہ آیت: ۱۲۳)

ترجمہ: مولانا محمود حسن۔ مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تعالٰع ہوتا ہی رہیگا رسول کا اور کون پھر جائے گا۔ اٹھے پاؤں۔

ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی ”کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹا جاتا ہے۔“

ترجمہ: مولانا احمد رضا خان بریلوی ”کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اٹھے پاؤں پھر جاتا ہے ”معلوم ہو جائے اور معلوم کریں“ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کسی طرح درست نہیں ہے کیونکہ اسے سب کچھ معلوم ہے۔ وہو بکل شئی علیم اس کی بجائے دیکھیں یا ظاہر کریں شان الوہیت کے موافق اور محاورہ لغت کے عین مطابق ہے۔

(۳) آیت: انما حرم علیکم و لمیۃ و الدم و لحم الخنزیر و ما اهل به بخیر اللہ
(پارہ نمبر ۲ رکوع نمبر پانچ)

ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی: ”اللہ تعالیٰ نے تو تم پر حرام کیا ہے مراد کو اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سبب اجزا کو بھی) اور ایسے جانوروں کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔“

مولانا عبدالماجد دریا باوی نے بھی ”اہلال“ کے معنی نامزد کرنا لکھے ہیں جو کہ عربی لغت کے اعتبار سے غلط ہیں۔ امام احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ یہ ہے: ”اس نے ہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا۔ آپ کا ترجمہ عربی لغت کے اعتبار سے بھی درست ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور سلف صالحین کے تراجم و تفاسیر کے عین مطابق ہے۔“

(۸) و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین (پارہ: ۳، رکوع ۱۳۶)

ترجمہ: مولانا محمود حسن دیوبندی: ”اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔“
”مولانا احمد رضا خان بریلوی: ”اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔“

لغت عربی میں ”مکر“ خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں۔ اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی متبذل صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ”مکر“ اور ”داؤ“ جیسے الفاظ کا استعمال صریح گستاخی اور دریدہ دہنی کا مظاہرہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ شان الوہیت کے مطابق ہے۔

(۵) و لما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم و یعلم الصبرین (پارہ ۴، رکوع ۵)

ترجمہ: ”مولانا محمود حسن: اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جوڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔“

ترجمہ: امام احمد رضا خان: ”اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی“
مولانا محمود حسن صاحب کے ترجمہ میں خدا تعالیٰ کیلئے لاعلمی کا اظہار ہے۔ جو صریحاً صوء ادب ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ شان خداوندی کے مطابق ہے۔

(۶) ان المنفقين يخدعون الله و هو خاد عهم (النساء، ۱۳۲، پارہ ۵، رکوع ۱۸ع)

ترجمہ: مولانا محمود حسن: ”البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی انکو دغا دے گا۔“

اعلیٰ حضرت بریلوی: بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔

(۷) افامنوا مکر اللہ فلا یا من مکر اللہ الا القوم الخسرون (پارہ ۹، رکوع ۲۴)

ترجمہ: مولانا محمود حسن: ”کیا بے ڈر گئے ہو اللہ کے داؤ سے۔ سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی

میں پڑنے والے اعلیٰ حضرت بریلوی: ”کیا اللہ کی خفی تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔“

(۸) و یمکرون و یمکر اللہ و اللہ خیر الماکرین (پارہ ۹، رکوع ۱۸ع)

ترجمہ: مولانا محمود حسن اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی: اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔ اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

(۹) نسو اللہ فتسیہم (پارہ ۱۰، رکوع ۱۵)

ترجمہ: مولانا محمود حسن: ”بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو“

مولانا اشرف علی تھانوی: ”انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا۔ پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا“

اعلیٰ حضرت بریلوی: ”وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا“

نسی کے معنی بالا ارادہ اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں اور نظر انداز کرنے اور چھوڑ دینے کے بھی۔

بھول جانے کے الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سوء ادب اور خلاف شان الوہیت ہے۔

(۱۰) قل اللہ اسرع مکرًا، (پارہ ۱۱، رکوع ۸ع)

ترجمہ: مولانا محمود حسن کہہ دے اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے

اعلیٰ حضرت بریلوی: ”تم فرما دو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہوتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کیلئے حیلہ سازی کی نسبت انتہائی گستاخانہ ہے۔

(۱۱) ولقد همت به وهم بها (پارہ ۱۲، رکوع ۱۳۶)

ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی ”اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا“

مولانا محمود حسن ”اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا“

مولانا احمد رضا خان بریلوی: ”اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا

اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔

پہلے دو تراجم میں عصمت انبیاء مجروح ہوئی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صرف شرط کو متصل کر کے عصمت

انبیاء کے تحفظ کا سامان کیا ہے۔

(۱۲) کذالک کدنا لیسف (پارہ ۱۳، رکوع ۳۶)

ترجمہ: مولانا محمود حسن: ”یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو۔

اعلیٰ حضرت بریلوی: ”ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔

”کید“ کا لفظ عربی زبان میں ”خفیہ تدبیر“ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسے ”داؤ“ اور ”فریب“ کے

معنوں میں بھی لیا جاتا ہے۔ مگر جب اس کی نسبت خدائے قدوس کی طرف ہو تو اس کا ترجمہ داؤ یا فریب کرنا

سراسر توہینِ باری ہے۔

(۱۳) قالوا تالله انک لغی ضللک القدیم (پارہ ۱۳، رکوع ۵۶)

ترجمہ: مولانا محمود حسن: ”لوگ بولے قسم اللہ کی تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے۔“

مولانا اشرف علی تھانوی: ”وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں“

اعلیٰ حضرت بریلوی: ”بیٹے بولے خدا کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی خود رنگی میں ہیں۔“

عربی زبان میں ضلال کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ اس کے معنی مغلوب ہونا اور گمراہ ہونا کے بھی ہیں۔ اور لفظ

ضلالت محبت و وارفتگی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱۴) ووجدک ضاہ لا فہدی (والنحی آیت ۷)

ترجمہ: مولانا محمود حسن: ”اور پایا آپ کو بھٹکتا ہوا اور پھر راہ سمجھائی“

مولانا اشرف علی تھانوی: ”اور اللہ تعالیٰ نے آپکو (شریعت سے) بے خبر پایا، سو آپکو (شریعت کا راستہ) دکھلایا۔“

ترجمہ: مولانا مودودی: ”اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت کی“

حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ جاہل معاشرہ میں گم ہو کر رہ گئے تھے۔

ترجمہ: مولانا احمد رضا خان بریلوی: ”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔“

خیال رہے کہ وما ضل صاحبکم وما غوی کے اعلان کے بعد ناواقفیت و گمراہی کا وہم و گمان بھی پیدا ہو سکتا ہے؟

(۱۵) حتی اذا استیس الرسل و ظنوا انہم قد کذبوا (پارہ ۱۳، رکوع ۶)

ترجمہ: ”مولانا اشرف علی تھانوی“ یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی“

ترجمہ: مولانا محمود حسن: ”یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے۔“

ترجمہ: اعلیٰ حضرت بریلوی: ”یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔“

(۱۶) قال هولاء بنتی ان کنتم فاعلین (پارہ ۱۴، رکوع ۵)

ترجمہ: ”مولانا محمود حسن“ یو لاء بنتی حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرتا ہے۔“

ترجمہ: ”مولانا اشرف علی تھانوی: ”لوٹنے فرمایا کہ یہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں اگر تم (میرا کہتا) کرو“

ترجمہ: اعلیٰ حضرت بریلوی: ”کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرتا ہے۔“

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی

شکل میں آتے ہیں اور کفار اپنے شوق لواطت میں ان کے پیچھے دوڑتے آتے ہیں اور ان کے حصول کا

تقاضا کرتے ہیں تو لوط علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ هولاء بنتی ان کنتم فاعلین اس آیت کے پہلے

ترجمے جو مولانا محمود حسن اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحبان نے کئے ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب

لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کو بچانے کیلئے اپنی بیٹیاں پیش کر دی تھیں۔ یہ بات ایک اولوالعزم پیغمبر خدا کو تو

کجا کسی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے حسن ادا سے تمام اعتراضات ترجمہ ہی میں ختم فرمادیئے۔

(۱۷) و عضی ادم ربہ فغوی (پارہ ۱۶، رکوع ۱۶)

ترجمہ: مولانا عاشق الہی میرٹھی: ”اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔“
نافرمانی اور گمراہی کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف انتہائی گستاخی ہے اور عصمتِ انبیاء پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

”اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔“

(۱۸) فظن ان لن نقدر علیہ (پارہ ۱۷، رکوع ۶)

ترجمہ: مولانا محمود حسن ”پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو“

مولانا محمود حسن کے ترجمہ سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ غالباً یونس علیہ السلام کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر قابو نہ پاسکے گا۔ یہ انتہائی مضحکہ خیز بات ہے اور اس کو ایک پیغمبر خدا کی طرف منسوب کرنا دریدہ دہنی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ دیکھئے: ”تو گمان کیا (یونس نے) کہ ہم اس پر جتنی نہ کریں۔“

(۱۹) و استغفر لذنوبک ولللمومنین والمومنات (پارہ ۲۶، رکوع ۶)

ترجمہ: مولانا محمود حسن ”اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کیلئے“

مولانا اشرف علی تھانوی ”اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کیلئے بھی۔“

ان تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ معاذ اللہ خطا کار و گہن گار تھے۔ (معاذ اللہ)

ترجمہ: مولانا احمد رضا بریلوی ”اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو“

(۲۰) ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان (پارہ ۲۵، سورہ الشوریٰ آیت ۵۲)

ترجمہ: عبدالماجد دریا آبادی ”آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔“

”مولانا اشرف علی تھانوی” تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب اللہ یا چیز ہے اور نہ خبر تھی کہ انتہائی کمال کیا چیز ہے۔

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ: ”اس نے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل“

نوٹ: سرکارِ دو عالم ﷺ فدائے الہی و امی کو شرفِ نبوت کا تاجِ تخلیقِ آدم سے قبل ہی عطا کر دیا گیا تھا۔ پھر یہ ترجمہ کرنا کہ تو کتاب جانتا ہی نہیں تھا نہ ایمان۔ یہ صاف اور صریح عصمتِ انبیاء پر حملہ ہے کیونکہ نبوت اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب بندوں کو عطا فرمائی ہے۔ اور یہ انتخاب لوح و قلم میں محفوظ ہے۔ پھر یہ کہنا کس قدر گستاخی ہے کہ اس سے قبل آپ مومن نہ تھے۔ جبکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ دنیا تشریف لائے تو اللہ رب العزت کو سجدہ کیا اور فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو خود ہی فیصلہ کریں کہ حقیقت کیا ہے۔

(۲۱) انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (پارہ ۲۶، رکوع ۹)

ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی ”بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی“ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔

مولانا محمود حسن دیوبندی ”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کر دے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔“

اس آیت میں مترجمین نے خطاؤں اور گناہوں کو حضور ﷺ کی ذاتِ پاک معصوم عن الخطاء سے منسوب کر دیا ہے جو صریحاً عصمتِ انبیاء پر حملہ ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

”بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور پچھلوں کے۔“

(۲۲) ولئن اتبعت اہو آء ہم من بعد ما جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا

نصیر (سورہ بقرہ آیت ۱۲۰)

ترجمہ: مولانا عبد الماجد دریا بادی ”اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کیلئے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار“

ڈپٹی نذیر احمد ”اور اے پیغمبر! اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آپ کا انکی خواہشوں پر چلے تو پھر تم

خدا کے غضب سے بچانے والا نہ وہی دوست ہو گا نہ کوئی مددگار۔“

مولانا اشرف علی تھانوی: ”اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے گا نہ مددگار۔“

اعلیٰ حضرت بریلوی ”اور (اے سننے والے کلمے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہو بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے کوئی تیرا بچانے والا ہو گا اور نہ مددگار۔“

مندرجہ بالا تراجم میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ، کے ترجمہ کے سوا باقی تمام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور پر نور ﷺ کو اس بات پر زبردستی کی جا رہی ہے کہ تم قرآنی علم آجانے کے بعد ان کی پیروی کرو گے (نعوذ باللہ من ذلک) لہذا گریسا کیا تو خبردار تم کو ایسی پکڑ کریں گے کہ کوئی چھڑانہ سکے گا۔

حالانکہ تفسیر خازن میں ہے کہ انہ خطاب للنبی والمراد بہ امتہ“ یہ خطاب تو نبی ﷺ سے

ہے لیکن اس سے مراد امت محمدیہ (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام) ہے۔

اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں کمال کیا کہ ترجمہ وہ کر دیا جو منشاء مولانا اور تقاضائے ادب تھا۔

(۲۳) فان يشا الله يختم على قلبك (پارہ ۲۵، اشوری: ۲۳)

ترجمہ: مولانا فتح محمد جاندھری: ”اگر خدا چاہے تو اے محمد ﷺ تمہارے دل پر مہر لگا دے“

مولانا عبد الماجد دریا بادی: ”تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگا دے“

مولانا اشرف علی تھانوی: ”سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے“

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں:

”اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر لگا دے“

(۲۴) يا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطا السموت و الارض فانفذوا الا

تنفذون الا بسطن۔ (الرحمن، پارہ ۲۷، آیت ۳۳)

ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی: ”اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود

سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدوں زور سے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع

بھی محتمل نہیں)۔

امام احمد رضا خاں بریلوی:- ” اے جن وانس کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔“

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا مفاد یہ ہے کہ انسان زمیں کے کناروں سے تو باہر نکل سکتا ہے لیکن اللہ کی سلطنت سے باہر نہیں نکل سکتا۔ پس انسان چاند سے گزر کر مرتیخ پر بھی جا پہنچے تو اس ترجمہ کی روشنی میں قرآن حکیم کے خلاف لازم نہیں آتا۔

آپ کے عدم الفرستی کے پیش نظر چونکہ ۲۴ آیات کے تراجم پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ خود اندازہ لگا سکیں گے کہ مولانا محمود حسن، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ زیادہ فصیح، باجاورہ اور عصمت و عظمت رسالت کا حامل ہے۔

دولتِ خداداد پاکستان کی زمامِ اقتدار اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ساری ملت اسلامیہ پاکستانیہ آپ کی معرفت اپنے عقائد و نظریات کا تحفظ چاہتی ہے۔ اول تو آپ کو اس باوقار ترجمہ و حاشیہ (کنز الایمان و خزائن العرفان) کی کھلم کھلاتا نید و حمایت کرنی چاہیے۔ بصورت دیگر ملک کی ۸۵ فیصد آبادی کے جذبات کی خاطر مخالفانہ اقدامات کو مسترد کر کے دوسرے اسلامی ممالک کو دین کی اجارہ داری اور اہلسنت کی دل آزاری سے روکنا چاہیے۔ فقط والسلام مع الاکرام

مخلص محمد عبدالستار خان نیازی

جنرل محمد ضیاء الحق بنام مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۵۷-سی ۱۳/سی-ایم-ایل-اے سیکرٹریٹ زاوینڈی

۱۲-اپریل ۱۹۸۲ء

مکرمی۔ السلام علیکم

آپ کا خط مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۲ء ملا۔ جس کے ہمراہ آپ نے بسلسلہء پابندی کنز الایمان آیات قرآنی کا تقابلی موازنہ کیا ہے۔ آپ کا مفصل خط میں نے وفاقی وزیر امور مذہبیہ کو بھیج دیا ہے تاکہ اس بارے میں مناسب اقدامات کریں۔

نیز اسے ہدایت کر دی گئی ہے کہ آپ سے اس معاملہ کی بابت میں رابطہ کریں۔

فقط والسلام

آپ کا خیر اندیش

عارف (لیفٹیننٹ جنرل کے، ایم عارف)

برائے صدر مملکت ہی۔ ایم۔ ایل۔ اے سیکرٹریٹ راولپنڈی

جنرل محمد ضیاء الحق

نوٹ: نواب محمد عباس خاں عباسی آف بہاولپور (ف ۱۹۸۸ء) ان دنوں وفاقی وزیر مذہبی امور تھے۔ افسوس کہ وعدوں کے باوجود موصوف نے کچھ بھی نہ کیا۔ (تصوری)

بشری رحمن

بشری رحمن (۱۹۳۲ء۔ زندہ) کی ولادت بہاولپور کے نامور طبیب اور ولی اللہ حضرت ابو العرفان حکیم عبدالرشید (ف ۱۹۶۰ء) کے ہاں ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے صحافت میں ایم اے کیا اور پھر علم و ادب کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ ”روزنامہ جنگ“ لاہور سے اپنے مشہور زمانہ کالم ”چادر، چاندنی اور چار دیواری“ کا آغاز کیا اور پھر جلد ہی ”روزنامہ نوائے وقت لاہور“ سے وابستہ ہو گئیں اور اب تک مسلسل یہ کالم لکھ رہی ہیں۔ شعر و شاعری سے بھی بھرپور دلچسپی ہے۔ بہترین مقررہ اور ادیبہ ہیں۔ اب تک ایک درجن سے زائد کتابیں چھپ کر داد تحسین حاصل کر چکی ہیں جن میں سے ”چادر، چاندنی“ اور ”چار دیواری“ سرفہرست ہے۔

۱۹۸۵ء میں پنجاب اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے ”ایوان“ سے ”ببل پستان“ کا خطاب حاصل کیا۔ ان کی تقریریں بڑی دلچسپی سے سنی جاتی تھیں۔ آج کل پنجاب مسلم لیگ شعبہ خواتین کی صدر ہیں اور کئی سال سے لاہور سے ایک ماہنامہ ”وطن دوست“ کے نام سے بھی نکال رہی ہیں۔ دیانت، شرافت اور امانت ان کا طرز امتیاز ہے۔ پورے ملک میں ان کا احترام پایا جاتا ہے۔

بشری رحمن کے والد حکیم عبدالرشید، حضرت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کے انتہائی قریبی دوستوں میں سے تھے۔ دونوں میں پکی اور سچی محبت تھی کیونکہ دونوں کی آنکھ کا سرمہ خاک مدینہ و نجف تھا۔ حضرت مجاہد ملت نے اپنے دوست کی بیٹی کو ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھا اور پیار سے نوازا۔ جیسا کہ طرفین کی خط و کتابت سے ظاہر ہے

مولانا عبدالستار خان نیازی بنام بشری رحمن

SENATE OF PAKISTAN

کمرہ نمبر ۲- ایم، این، اے گورنمنٹ ہوسٹل اسلام آباد

مورخہ ۱۲، جولائی ۱۹۹۵ء

محترمہ عزیزہ بشری رحمان سلیم الرحمن الی یوم المیزان

سلام و رحمت۔ مجھے آج عزیزم صادق قصوری صاحب نے ”مکاتیب مجاہد ملت“ کا ایک نسخہ ارسال کیا ہے۔ دیباچہ میں آپ کے تاثرات اور ”فلسفہ مکاتیب“ پر واقع و پر مغز نظریات پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ آپ نے خاکسار راقم الحروف کے بارے جو کچھ لکھا ہے اس کے لئے آپ کی عظمت اور عالی حوصلگی کا معترف مجہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جن مقاصد کے لئے آپ نے میری جدوجہد کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقی معنوں میں مجھے اس کا اہل بنائے۔ خاص طور پر آپ نے ایک درویش فقیر جینوا کی جو توقیر کی ہے اس کیلئے سراپا پاس ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

”نوائے وقت“ میں آپ کے مقالے شوق سے پڑھتا ہوں۔ آپ کے والد ماجد مرحوم و مغفور نے

آپ کی بوجھ سے تربیت کی، آپ کی شخصیت اس کا مظہر جمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عزائم میں کامیاب نصیب فرمائے۔ فقط والسلام مع الاکرام مخلص محمد عبدالستار خان نیازی

بشریٰ رحمن بنام مولانا عبدالستار خان نیازی

۸۔ سی احمد پارک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور

۲۵، جولائی ۱۹۹۵ء

مشفق و محترم مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب

تسلیم و نیاز۔ آپ کا خط میرے لیے ایک روحانی مسرت لایا۔ آپ جب بھی ملے ہیں، آپ نے ایک پدرانہ مشقت کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی لیے آپ کے سراپے میں سے اباجی کی جھلک اور آپ کی گفتگو میں سے اباجی کی مہک آتی رہی ہے۔

آپ خود تہذیب و شائستگی کی ایک ایسی درسگاہ ہیں کہ جو بھی نوآموز آپ کے پاس چند لمحے بھی گزارے گا۔ کچھ سیکھ کر ہی اٹھے گا۔

میں ایک کم علم اور بے مایہ سی ہستی ہوں۔ جب برادرِ صادق قصوری نے مجھے ”مکاتیب مجاہد ملت“ کا دیباچہ لکھنے کو کہا تو میں نے معذرت پیش کر دی۔ عظیم ہستیوں کے بارے میں عظیم تر لوگ لکھا کرتے ہیں۔ مگر ان کا اصرار جاری رہا، استدلال یہ تھا کہ ”مجھے انہوں نے بیٹا بنایا ہے اور آپ کو اپنی بیٹی کہتے ہیں تو آپ اپنا حق ادا کیجئے۔“

محترم! حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

پھر بھی آپ نے میری طفلانہ سی کاوش کو شرف قبولیت بخشا۔ میں ممنون بھی ہوں اور مسرور بھی کہ آپ کے تاریخ ساز عہد میں میرا نام بھی شامل ہوا۔

اللہ آپ کو سلامت رکھے اور صحت و عافیت سے رکھے آمین۔ آپ قوم کا گمراہاں بہا رہا یہ ہیں۔ اور

ابھی ہم نے آپ سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔

میرے لیے بھی دعا کیا کیجئے۔ اباجی نے بہاولپور میں عیسائی مشنریوں کا زور توڑنے کیلئے ایک فلاحی منصوبہ شروع کیا تھا۔ میں آجکل اس کی تکمیل میں مصروف ہوں۔ خدائے دو عالم مجھے اپنے قلم اور اپنے عمل سے اپنی قوم اور اپنے والدین کے آگے سرخرو کرے۔ (آمین) میرے کالموں (چادر، چاندنی اور چاردیواری) کا پہلا انتخاب چھپ کر آ گیا ہے۔ آپ کی خدمت میں روانہ کر رہی ہوں۔ لاہور تشریف لائیں تو شرف ملاقات بخشیں۔

بھدا احترام۔ خاک پائے بزرگان

بشری رحمن لاہور

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
1	قائد اعظم خطوط کے آئینے میں	خواجہ رضی حیدر	کراچی	1985ء
2	دی پنجاب مسلم سنوڈ ٹرس فیڈریشن	سر فرراز حسین مرزا	لاہور	1978ء
3	اکابر تحریک پاکستان (جلد اول)	محمد صادق قصوری	گجرات	1976ء
4	قائد اعظم اور ان کا عہد	رکیم احمد جعفری	لاہور	1966ء
5	تاریخ پاک و ہند	قاری احمد پبلی بھتی	کراچی	1976ء
6	پاستانی ملت و شہریت کی رکنیت میں امتیاز کیلئے مسلمانوں کی تعریف کی ضرورت ہے	مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی	لاہور	1963ء
7	مکاتیب مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	1995ء
8	اسلام کا تصور ملیت	سید ارشاد احمد عارف	لاہور	1983ء
9	دس پھول ایک کانٹا	خواجہ افتخار لاہور	لاہور	1985ء
10	دس صورتیں الہی	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	لاہور	1976ء
11	قائد اعظم اور اہلپور	ڈاکٹر سید معین الرحمان	لاہور	1977ء

12	پاکستان ناگزیر تھا	سید حسن ریاض	کراچی	1970ء
13	تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	لاہور	1966ء
14	شاہراہ پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	1967ء
15	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	احمد منیر لاہور	لاہور	1986ء
16	(رموز) ماہنامہ	سلطان فیاض الحسن	مظفر آباد، آزاد کشمیر	جنوری 1990
17	الہام (ہفت روزہ) (مجاہد ملت ایڈیشن)	شہاب دہلوی	بہاولپور	28 مئی 1987ء
18	کنز الایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب	مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی	لاہور	1403ھ
19	مشابیر بہاولپور	شہاب دہلوی	بہاولپور	1981ء
20	ہمارے اہل قلم	زاہد حسین انجم	لاہور	1988ء
21	پاکستانی اہل قلم کی ڈائریکٹری	مسیح الدین احمد صدیقی	اسلام آباد	1979ء

مجاہد ملت یادگاری ڈاک ٹکٹ

ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں مداحوں اور پیروکاروں کو یہ جان کر قلبی مسرت ہوگی کہ محکمہ ڈاک حکومت پاکستان نے ”مجاہد ملت فاؤنڈیشن کی کوششوں سے تحریک پاکستان میں حضرت مجاہد ملت قدس سزہ العزیز کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے ۱۳- اگست ۲۰۰۳ء کو دو روپے کا نہایت ہی خوبصورت اور جاذب نظر یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کر دیا ہے جس کے لیے ہم محکمہ ڈاک کے شکرگزار ہیں۔

ڈاک ٹکٹ کے اجراء کے سلسلہ میں حضرت مجاہد ملت قدس سزہ العزیز کے دیرینہ عقیدتمند اور جاں نثار حضرت قبلہ ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب دامت برکاتہم عالیہ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد نے بھرپور تعاون فرمایا ہے ہم ان کے تہ دل سے شکرگزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ کریم انہیں سعادت دارین سے نوازے اور دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے اور ان کا سایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔

پیر طریقت حضرت صاحبزادہ بنتی محمد محبت اللہ نوری دامت برکاتہم عالیہ ایڈیٹر ماہنامہ ”نور الحیب“ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا کے بھی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اکتوبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ کے ادارتی صفحات میں یادگاری ٹکٹ کے اجراء کے سلسلہ میں محکمہ ڈاک حکومت پاکستان کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے :

”مجاہد ملت کی یاد میں ڈاک ٹکٹ کا اجراء“

یہ امرائق تحسین ہے کہ محکمہ ڈاک نے ”تحریک پاکستان کے سرگرم مجاہد، نامور مبلغ اور تحریک ختم نبوت“ ”تحریک نظامِ منصفین ﷺ“ ”تحریک بحاثی جمہوریت“ اور ”تحریک نفاذ شریعت“ کے ممتاز

رہنما مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (رحمۃ اللہ علیہ) کی یاد میں نکلٹ جاری کیا ہے۔۔۔۔۔
 حضرت مجاہد ملت کو اللہ تعالیٰ نے جس مقبولیت اور عزت سے نوازا، وہ محتاج بیان نہیں۔۔۔۔۔
 محکمہ ڈاک نے ان کی یاد میں نکلٹ جاری کر کے اپنے وقار میں اضافہ کیا ہے۔۔۔۔۔

ہم اس اعترافِ عظمت پر محکمہ ڈاک کو مبارکباد پیش کرتے ہیں نیز محترم محمد صادق قسوری اور
 ”مجاہد ملت فاؤنڈیشن“ کے جملہ متعلقین بھی بدیہ تبریک کے مستحق ہیں کہ ان کی کوششوں سے یہ یادگاری
 نکلٹ شائع ہوا۔۔۔۔۔“

وطن عزیز کے نامور صوفی منش شاعر حضرت فیض الامین فاروقی مدظلہ العالی آف مونیاس
 ٹھیکریاں ضلع گجرات نے یادگاری نکلٹ کے اجراء کے سلسلے میں درج ذیل قطعہ تاریخ کہا جس کے لیے
 ”مجاہد ملت فاؤنڈیشن“ کے جملہ ارکان ان کے شکر گزار ہیں۔

قطعہ تاریخ اجراء ڈاک نکلٹ

بیاد مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ



”خوشاویج و شان خان نیازی“

۲۰۰۳ء

”شوکت و حشمت مجاہد ملت“

۲۰۰۳ء

تھا جو جنگ حریت کا اک راہنما

لو ہا مانا گیا اس کی عظمت کا آج

پیکر استقامت نخت لقا

”وہ شبیر زماں عبدستار خاں“

۲۰۰۱ء

اس کی دولت تھی عشق حبیب خدا
اس سے خائف رہے اہل باطل سدا
ہو گیا اعتراف اُس کی خدمات کا
کا ر نامہ حکومت کا یہ مر حبا

اس کا سینہ منور تھا ایمان سے
اہل سنت کا تھا نابغہ و با کمال
کاوشیں لائیں صادق قسوری کی رنگ
نام سے اُس کے جاری ہوا ذاک ٹلٹ

سال اس کا ریکتا کا فیض الامین

”لطف ذات مقدس“، خرد نے کہا

۱۴۲۳ھ

(خاکپائے مجاہد ملت)

محمد صادق قسوری



اظہار تشکر

مندرجہ ذیل حضرات گرامی نے اس کتاب کی اشاعت و صباغت کیلئے مالی تعاون فرمایا۔ اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر سے نوازے، دین و دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے، حضرت مجاہد ملت قدس سرہ العزیز کی محبت سے مزید سرشار فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین) بجائے سید المرسلین ﷺ (قصوری)

- ☆ جناب محترم نوابزادہ محمد علی خان ہوتی، مردان (سرحد)
- ☆ جناب محترم ڈاکٹر خالد سعید شیخ (سیالکوٹ)
- ☆ جناب محترم رانا محمد صادق ادیب (اتک)
- ☆ جناب محترم سردار سلطان سکندر (جھنگ ضلع اتک)
- ☆ جناب محترم امانت علی ٹیلر ماسٹر (برج کلاں ضلع قصور)
- ☆ جناب محترم صوفی محمد دین چشتی (قصور)
- ☆ جناب محترم پروفیسر محمد الیاس اعظمی (قصور)
- ☆ جناب محترم ظفر اللہ رضا (باہمی والا ضلع قصور)
- ☆ جناب محترم مہر محمد عالم (قصور)

محترمہ بشریٰ رحمن صاحبہ۔ لاہور

صدر پاکستان مسلم لیگ شعبہ خواتین پنجاب۔
ایڈیٹر ماہنامہ ”وطن دوست“ لاہور

لاہور

۱۰/ مئی ۱۹۹۷ء

محترم بھائی صادق قسوری

تسلیمات: بہاول پور میں مجھے کچھ دن زیادہ رکنا پڑ گیا۔ جس کے لیے معذرت
چاہتی ہوں۔ میں واقعی شاعرہ نہیں۔ یہ کس نغمہ سنی نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میری
تک بند یوں کی کتاب بن گئی ہے۔ یونہی سفر میں ایک نظم سی بن گئی۔ بھیج رہی ہوں۔ یہ
چھاپنے کے لائق نہیں۔ اگر اس سے بہتر شعر ہو گئے تو لکھ بھیجوں گی۔

والسلام

بشریٰ رحمن

”مولانا عبدالستار نیازی کی نذر“

اُن کے چہرے کی ضیاء دل میں اتر جاتی ہے
بات کہنے کی ادا ، دل میں اتر جاتی ہے

دبدبہ اُن کا فرنگی کو جھکا دیتا تھا
 فلسفہ اُن کا مخالف کو جھکا دیتا ہے
 لہجہ اُن کا میں بتاؤں تجھے کیا اے دوست

بحرِ اُلفت میں روانی جیسا!
 سارے قصے میں کہانی جیسا!
 دلربائی میں جوانی جیسا!
 وہ کہ اک شخص ”نشانی“ جیسا!

اپیل

جملہ اہل اسلام سے اپیل ہے کہ اگر آپ کے پاس مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی تحریر، خط، حوالہ، یادداشت، رقعہ، اخباری مضمون یا تراشہ، کتاب، تاثرات و مشاہدات یا خطابات کی آڈیو/ویڈیو کیسٹ ہو تو براہ مہربانی ہمیں ارسال فرمائیں تاکہ ہم ان چیزوں کو کتابی شکل دے کر حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کو پھیلا سکیں۔

نیز ہمارے ساتھ بھرپور مالی تعاون بھی فرمائیں تاکہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں سرفراز فرمائے۔

دعا گو

محمد صادق قصوری

بانی صد مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان

بُرج کلاں ضلع قصور

پوسٹ کوڈ: 55051